PARD/RES/156

تعلیم و تربیت

قرآن و حدیث کی روشنی میں

قاضی فضلِ واحد

پاکستان اکیڈمی برائے دیہی ترقی پشاور

Marfat.com

تعلیم و تربیت

قرآن و حدیث کی روشنی میں

قاضی فضلِ واحد

پاکستان اکیڈمی برائے دیہی ترقی، پشاور
اگست ۱۹۹۵ء

Marfat.com

سرِورق:- نظیف خان تراب

تعدادِ اشاعت:- ۳۰۰

قیمت:- ۷۰ روپے

ناشر:- پاکستان اکیڈیمی برائے دیہی ترقی، پشاور

تاریخِ اشاعت:- اگست ۱۹۹۵ء

مطبوعہ:- خیبر میل پریس، پشاور

ISBN: 969–414–163–X

Marfat.com

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۱۔	پیش لفظ۔ جناب عبداللہ۔ ڈائریکٹر اکیڈمی	vii
۲۔	عرضِ مؤلف	xi
۳۔	العلم (لغوی معنی)	۱
۴۔	تعلیم	۱
۵۔	الربّ (لغتہ)	۳
۶۔	حقیقتِ علم	۵
۷۔	خُداوندِ قدوس ج کی نظر میں	۵
۸۔	محمد رسولؐ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی نظر میں	۵
۹۔	صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی نظر میں	۶
۱۰۔	اسلاف (رحمھم اللہ) کی نظر میں	۶
۱۱۔	طلبِ علم کی اہمیت وفضائل (قرآن کریم میں)	۷
۱۲۔	فضائلِ علم کے بارے میں احادیثِ مبارکہ	۸
۱۳۔	علم بہت بڑی دولت ہے	۱۲
۱۴۔	موانع علم	۱۳
۱۵۔	اقسامِ عُلوم	۱۴
۱۶۔	علوم غیرِ نافعہ	۱۷
۱۷۔	آغازِ تعلیم	۱۷
۱۸۔	دنیا کا سب سے پہلا گھر	۱۹

Marfat.com

۱۹۔ اسلامی تعلیم میں مسجد کا مقام ---------- ۲۱
۲۰۔ آدابِ مسجد ---------- ۲۴
۲۱۔ دورِ نبوت میں مراکز تعلیم ---------- ۲۷
۲۲۔ بعثتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے مقاصد ---------- ۲۹
۲۳۔ اوّل: تلاوتِ کتاب ---------- ۲۹
۲۴۔ آدابِ تلاوت ---------- ۳۰
۲۵۔ دوم: تعلیمِ کتاب و حکمت ---------- ۳۲
۲۶۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا طریقہ تعلیم ---------- ۳۵
۲۷۔ سوم: تزکیہ ---------- ۴۰
۲۸۔ آدابُ المعلّمین ---------- ۴۸
۲۹۔ آدابُ المتعلّمین ---------- ۵۲
۳۰۔ اسلام کے نظامِ تربیت کا مقصد ---------- ۶۳
۳۱۔ اسلام کے نظامِ تربیت کی خصوصیات ---------- ۶۴
۳۲ ذرائع تربیت ---------- ۶۵
۳۳۔ مسلمان مفکرینِ تعلیم ---------- ۷۰
۳۴۔ قدیم اور جدید مفکرینِ تعلیم کی آراء ---------- ۷۲
۳۵۔ مصادر و مراجع ---------- ۷۳

Marfat.com

پیش لفظ

قاضی صاحب نے اپنی پہلی کتاب "معرفتِ اِنسانی قرآنی تناظر میں" انسانیت کے قرآنی مفاہیم و مطالب کے موضوع پر پُر مغز بحث کی۔

ہماری یہ خواہش تھی کہ تعلیم و تربیت کو دینی اقدار کی روشنی میں دیکھا اور سمجھا جائے۔

اس سلسلے میں قاضی صاحب سے گفتگو ہوتی رہی اور الحمدللہ اب یہ دوسری کتاب سامنے آئی جس کے بارے میں پہلی کتاب کے پیش لفظ میں اشارتاً ذکر کیا گیا تھا۔ اس کتاب میں مؤلف نے علم کو موضوعِ سخن بنایا ہے اور اس کے بعد تربیت پر بھی سیر حاصل گفتگو کی۔ آج کے دور میں جسے "Information Society" انفارمیشن سوسائٹی کہا جاتا ہے، علم اور معلومات ایک دوسرے سے خلط ملط ہو گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علم معلومات کا نام نہیں، آپ مختلف معلوماتی مقابلے دیکھیں جنہیں Quiz Programme کہا جاتا ہے۔ تو آپ کو اس علم اور معلومات کے فرق کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔ علم چیزوں کی ماہیت تک پہنچنے کا عمل ہے۔ لیکن یہ عمل ماہتوں تک ہی محدود نہیں ہوتا بلکہ آگے بڑھ کر عرفان کی شکل اختیار کرتا ہے۔

تخلیق کے فوراً بعد حضرتِ انسان کو اشیاء کا علم عطا کیا گیا اور اس علم کی وجہ سے اس نے پہلا علمی مقابلہ جیتا فرق صرف اتنا ہے کہ ایک مسلمان عالم مخلوق کا مطالعہ کرتے ہوئے خالق کی ذات و صفات سے غافل نہیں رہتا اور اس طرح وہ علم کے اصلی منبع تک پہنچ جاتا ہے۔ جہاں روشنی ہی روشنی ہے اور متلاشی ذہن میں کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ ایک یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اگر ہمارا علم ہمیں یقین تک نہیں پہنچاتا تو یقیناً ہماری تلاش ناقص ہے۔ علم اور یقین کا رشتہ استوار کرنے کے لیے علم کی وہی تعریف ناگزیر ہو جاتی ہے جس سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ تعلیم و تربیت کے اعلیٰ و ارفع تقاضوں کے حصول کے لیے درستگی۔ آغاز نہایت ضروری ہے ورنہ ٹیڑھی اینٹ پر جو بھی عمارت کھڑی ہوگی وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔

Marfat.com

اس میں شک نہیں کہ تشکیک کسی حد تک علمی جستجو کے لیے ضروری ہے لیکن اس تشکیک میں خلوص کا ہونا لازمی ہے۔ اگر آپ اپنے علمی سفر کا آغاز ہی اس اعلان سے کریں کہ ہم پہلے سے موجود کسی سچائی یا صداقت (a priore truth) کو نہیں مانتے تو یہ تشکیک نہیں بلکہ انکار ہے۔

یہ انکار اعلان لا الہ کی شکل میں تو ہمارا عقیدہ ہے لیکن اس کے فوراً بعد اثباتِ حق کا بھی اعلان ہونا چاہیے۔ اثباتِ حق کے بعد جتنی بھی علمی جستجو ہو گی وہ علم نافع ہو گا ہم مطلق علم کے قائل نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ علم کے لیے سب سے بڑے معلمؐ نے جب دعا کی تو علمِ نافع کی دعا کی وہ نفع اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی۔ دوسروں کو نفع پہنچانے والے علم کا حصول عقیدے کے بغیر ممکن نہیں۔ اور اسی عقیدے کو اہلِ فکر و نظر تعلیم و تدریس میں سمونے کی کوشش کرتے ہیں۔

تعلیم و تربیت اگر باعقیدہ ہے تو اس میں تسلسل قائم رہے گا اگر بے عقیدہ ہے تو تسبیح کے بکھرے ہوئے دانوں کی طرح کسی احساسِ تکمیل کو اُجاگر نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تہذیب کے غالب ادوار میں تعلیم و تربیت کے تین بنیادی عناصر لازمی تصور کیے جاتے تھے اور وہ عقائد، اخلاقیات اور اکتسابِ ہُنر تھے۔ اخلاقیات کے حوالہ سے ہم اپنی ذمہ داریوں اور دوسرے انسانوں کے ساتھ اپنے روابط کا تعین کرتے ہیں۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے تعلیمی اور تربیتی نصاب میں اخلاقیات قسم کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ پہلے تدریسِ اخلاقیات بذات خود ایک فن تھا جسے کبھی حکایتوں کے ذریعے، کبھی افسانوی انداز میں، کبھی پرندوں کی زبان میں سکھایا جاتا تھا تاکہ اخلاقی قدریں متعلمین کی فکری نمو میں شامل ہو جائیں۔ آج کل بہت کم ایسے معلمین و مدربین ملیں گے جو "جمالِ ہمنشین در من اثر کرد" کی حکایت اپنے طلباء تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

آج کل تربیت کا سب سے بڑا مسئلہ ترغیب کا فقدان ہے جو کچھ بتایا جا رہا ہے وہ ترغیب نہیں بلکہ تحریص ہے۔ اگر آپ یہ سیکھ جائیں گے تو اتنی تنخواہ ملے گی یا آپ کو مزید ترقی کے

Marfat.com

مواقع میسر آتینگے اگر مُسابقت کی بنیاد صرف تحریص ہو تو پھر وہی کچھ ہوتا ہے جو آج کل ہو رہا ہے۔ اخلاقی اور معاشی ناہمواریاں عام ہو جاتی ہیں۔ سب سے بڑی ترغیب عقیدہ اور ایمان ہے۔ اور یہ کتاب زیرِ تربیت افسروں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ رویّے میں ایک مستحکم تبدیلی صرف ایمان سے آتی ہے اور ایمان توحید و رسالت کا نام ہے۔

قاضی صاحب نے نہایت محنت سے اُن پُر نُور مصادر و منابع کو قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ان کو پڑھنے کے بعد تعلیم و تدریب آسان بھی ہو جاتی ہے اور مؤثر بھی۔

جسم و جان، علم و عمل، خالق و مخلوق اور معلّم و متعلّم کے رشتوں کو سمجھنے کے لیے قرآن و سنت کی ابدی سچائیوں تک رسائی ضروری ہے اِسی لیے تو اقبال نے کہا تھا

به پور خویش دین و دانش آموز
که تابد چون مه و انجم نگینش
بدستِ او اگر دادی هُنررا
یدِ بیضاست اندر آستینش

"اپنی اولاد کو دین و دانش سکھاؤ تاکہ اُن کی فکر کے نگینے چاند ستاروں کی طرح روشن ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اگر ہنر بھی سکھا دیا تو پھر تو اُن کی آستینوں میں یدِ بیضا چُھپا ہو گا"۔

اُمید ہے کہ قاضی صاحب کی مستحسن کاوشوں کا سلسلہ جاری رہے گا اور ہم ایسا تدریبی ادب تخلیق کرتے رہیں گے جس کی اشد ضرورت ہے۔

عبداللہ
ڈائریکٹر

۱۶ اگست ۱۹۹۵ء۔

Marfat.com

Marfat.com

عرضِ مؤلّف

نیپا (NIPA) ایک ایسا ادارہ ہے، جہاں نہ صرف ملک بھر سے بلکہ بیرونِ ملک سے بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات بغرضِ تربیت تشریف لاتے ہیں۔ راقم السطور اِسی ادارے میں علومِ اسلامیہ پڑھانے پر مامور ہے۔

گزشتہ سال "معرفتِ اِنسانی ۔ قرآنی تناظر میں" کے مُوضوع پر ایک کتابچہ تیار کیا گیا تھا جس میں زندگی کے نفسیاتی مؤثرات میں سے فطرت، وراثت اور ماحول پر اختصار سے ضبطِ تحریر میں لایا گیا جب کہ زیرِ نظر کتابچہ "تعلیم و تربیت" کے لیے مخصوص کیا گیا۔ جس کی اہمیت اور ضرورت محسوس کی گئی اور اِس کی جانب محترمی و مکرمی جناب عبداللہ صاحب ڈائریکٹر نیپا نے بھی "معرفتِ اِنسانی قرآنی تناظر میں" کے پیش لفظ میں اشارہ کیا ہے۔

یہ بھی اک کوششِ ناتمام ہے۔ قبول ہوئی تو زہے نصیب!

قاضی فضلِ واحد

Marfat.com

Marfat.com

تعلیم و تربیت

العلم:

لُغوی معنی: کسی چیز کی حقیقت کا ادراک کرنا اور یہ دو (۲) قسم کا ہے۔

اوّل یہ کہ کسی چیز کی ذات کا ادراک کر لینا۔

دوم ایک چیز پر کسی صفت کے ساتھ حکم لگا لینا جو فی الواقع اس کے لیے ثابت ہو یا ایک چیز کی دوسری چیز سے نفی کرنا جو واقعتاً اس سے منفی ہو[1]

پہلی صورت میں یہ لفظ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ج اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط الانفال: ۶۰

(جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ ہی ان کو جانتا ہے)

اور دوسری صورت میں دو (۲) مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔

جیسے فرمایا فَاِنْ عَلِمْتُمُوْ هُنَّ مُؤْمِنَاتٍ: الممتحنہ: ۱۰ اور آیت يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ کے آخر میں لَا عِلْمَ لَنَا (المائدہ: ۱۰۹) سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے ہوش و حواس قائم نہیں رہیں گے۔

تعلیم: کے معنی بار بار کثرت کے ساتھ خبر دینے کے ہیں۔ یہاں تک کہ متعلّم کے ذہن میں اس کا اثر پیدا ہو جائے۔

بعض نے کہا کہ تعلیم کے معنی تصوّر کے لیے نفس کو متوجہ کرنا کے ہیں[2] اور کبھی تعلیم کا لفظ اعلام کی جگہ آتا ہے جبکہ اس میں تاکید کے معنی مقصود ہوں جیسے فرمایا اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ط الحجرات: ۱۶

کیا تم خدا کو اپنی دینداری جتلاتے ہو

Marfat.com

اور حسبِ ذیل آیات میں تعلیم کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰن ۝ الرحمٰن : ۱-۲

خدا نہایات مہربان۔ اُس نے قرآن کی تعلیم فرمائی

عَلَّمَ بِالْقَلَم ۝ العلق : ۴

قلم کے ذریعے (لکھنا) سکھایا۔

وَعُلِّمْتُمْ مَالَمْ تَعْلَمُوْا

اور تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو تم نہ جانتے تھے۔

عُلِّمْنا مَنْطِقَ الطَّیْرِ النمل : ۱۶

ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ العمران : ۱۶۴

اور خدا کی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں

وعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا البقرہ : ۳۱

اور ان نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے

وعلَّمْنٰاہُ مِن لَّدُنَّا عِلْماً الکھف : ۶۵

اور ہم نے اپنے پاس سے اُس کو علم بخشا تھا۔

وفَوْقَ ذِیْ کُلِّ عِلْمٍ عَلِیْمٌ یوسف : ۷۶

ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے

آیتِ کریمہ میں علیم کے معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علم و فضل کے اعتبار سے ایک انسان دوسرے سے بڑھ کر ہے اور علیمؐ سے ذاتِ باری تعالیٰ مراد ہو یہ بھی ہو سکتا ہے۔ گویا لفظ نکرہ ہے۔ کیوں کہ در حقیقت اس صفت کے ساتھ موصوف ہونے کی اہل تو ذاتِ باری تعالیٰ ہی ہے۔ اس صورت میں کل ذی علم سے جملہ اہلِ علم بحثیتِ مجموعی مراد ہوں گے اور ہر ایک بحثیت انفرادی مراد نہیں ہو گا جیسا کہ پہلی صورت میں تھا۔

Marfat.com

اور آیت عَلاَّمُ الْغُیُوبِ سبا: ۴۸

وہ غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر حاوی ہے اور کوئی چیز بھی اس پر مخفی نہیں ہے۔

آیت عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ الجن : ۲۶-۲۷

وہی غیب کا علم جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا ہاں جس کو پسند فرمائے۔

میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ اپنے علم خصوصی سے صرف انہی کو نوازتے ہیں جو اس کے اولیاء کی صف میں داخل ہوں۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ط الجمعہ : ۴

العالم کا لفظ جب اللہ تعالیٰ کی صفت کی حیثیت سے بولا جاتا ہے تو اُس سے مراد وہ ذات ہوتی ہے جس پر کوئی چیز بھی مخفی نہ ہو جیسے فرمایا لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِیَةٌ الحاقہ : ۱۸

اور تمہاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہیں رہے گی

اور یہ مفہوم صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے حق میں ہی صحیح ہو سکتا ہے کسی دوسرے کو اس معنی کے ساتھ متصف کرنا صحیح نہیں ہے[3]۔

الربّ :

لُغتہ : الربّ کے اصل معنی تربیت کرنا۔ یعنی کسی چیز کو تدریجاً نشوونما دے کر حدِ کمال تک پہنچانے کے ہیں۔ ربّ کا لفظ اصل میں مصدر ہے اور استعارۃً بمعنی فاعل استعمال ہوتا ہے اور مُطلق (یعنی اضافت اور لام تعریف سے خالی) ہونے کی صورت میں سوائے اللہ تعالیٰ کے جو جملہ موجودات کے مصالح کا کفیل ہے اور کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (سبا: ۱۵)۔

عمدہ شہر اور گناہ بخشنے والا پروردگار نیز فرمایا وَلَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ط (العمران: ۸۰)

اور تم سے کبھی بھی یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں اور انبیاء کرام خدا مانو یعنی انہی معبود بناؤ اور مسبب الاسباب اور مصالح عباد و کفیل سمجھو اور اضافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھی بولا جاتا ہے اور دوسروں پر بھی چنانچہ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الفاتحہ: ۱

ہر طرح کی حمد خدا ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے

اَللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (والصفت: ۱۲۶)

یعنی اللہ جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد کا بھی

رَبُّ الدارِ گھر کا مالک۔ رَبُّ الفرسِ گھوڑے کا مالک۔

اسی معنی کے اعتبار سے فرمایا اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ یوسف: ۴۲

اپنے آقا سے میرا بھی تذکرہ کرنا

كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ (العمران: ۷۹) تم خدا پرست ہو کر رہو۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ ربٌّ مصدر کی طرف منسوب ہے

اور ربانی وہ ہے جو علم سے اپنی پرورش کرے۔

اور بقول بعض یہ ربان (صیغہ۔ صفت) کی طرف منسوب ہے لیکن عام طور پر فعلان (صفت) فعل سے آتا ہے جیسے عطشان، سکران اور فعل سے بہت کم آتا ہے جیسے لغس سے نعسان۔ درحقیقت یہ دونوں معانی باہم متلازم ہیں۔ کیوں کہ جس نے علم کی پرورش کی تو اس نے علم کے ذریعہ اپنی ذات کی بھی تربیت کی۔ اور جو شخص اس کے ذریعہ اپنی ذات کی تربیت کرے گا وہ علم کو بھی فروغ بخشے گا[۴]۔

Marfat.com

حقیقتِ علم

خداوند قدوس کی نظر میں

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُاط (فاطر: ۲۸)

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جو علماء ہیں۔

لفظ اِنّما عربی زبان میں حصر کے لیے آتا ہے اس لیے اس جملے کے معنی بظاہر یہ ہیں کہ صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ مگر ابن عطیہ وغیرہ ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ حرف اِنّما جیسے حصر کے لیے آتا ہے۔ ایسے ہی کسی کی خصوصیت کے بیان کرنے کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے کہ خشیت اللہ علماء کا وصفِ خاص اور لازم ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ غیر عالم میں خشیت نہ ہو (بحر محیط۔ ابو حصان) اور آیت میں عُلماء سے مُراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہ کی ذات و صفات کا کما حقہٗ علم رکھتے ہیں اور مخلوقاتِ عالم میں اس کے تصرفات پر اور اس کے احسانات و انعامات پر نظر رکھتے ہیں۔ صرف عربی زبان یا اُس کے حرف و نحو اور فنون بلاغت جاننے والوں کو قرآن کی اصطلاح میں عالم نہیں کہا جاتا۔ جب تک اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ ہو۔[۵]

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں:۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جو کچھ میں جانتا ہوں۔ اگر تم جانتے تو روتے بہت، ہنستے کم۔[۶]

اس بیان سے ثابت ہوا کہ کامل خشیت انبیاء کرام (علیہم السلام) کو ہوتی ہے۔ ایسا علم جو خشیت سے خالی ہو۔ علم ہی نہیں۔ علم کو میراث انبیاء کہا جاتا ہے وہاں حالت یہ تھی کہ جتنا علم بڑھتا تھا، اتنی ہی خشیت بڑھتی تھی۔

Marfat.com

حدیث میں ہے۔ اَنَا اَعْلَمُکُم بِاللہِ وَ اَخشاکُم لِلّٰہِ

میں تم سب سے زیادہ خدا کو جاننے والا اور تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں[7]

صحابہ کرامؓ کی نظر میں:۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔ لیس العلمُ بکثرۃ الحدیث ولکنّ العلمَ عن کثرۃ الخشیتہ یعنی بہت سی احادیث یاد کر لینا یا بہت باتیں کرنا کوئی علم نہیں بلکہ علم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ کا خوف ہو۔[8]

حضرت ربیع بن انسؓ نے فرمایا۔ من لم یخش فلیس بعالم یعنی جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں[9]۔

اور حضرت علیؓ نے فقیہہ کی تعریف اس طرح فرمائی۔ انّ الفقیہ حق الفقیہ من لم یقنط الناس من رحمتہ اللہ ولم یرخص لھم فی معاصی اللہ تعالیٰ، ولم یومنھم من عذاب اللہ تعالیٰ ولم یدع القران رغبتہ عنہ الی غیرہ انہ لا خیر فی عبادۃٍ لا علم فیھا و لا علمٍ لا فقہ فیہ ولا قراءۃٍ لا تدبّرَ فیہ (قرطبی)

مکمل فقیہہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ کرے اور ان کو گناہوں کی رخصت بھی نہ دے اور ان کو اللہ کے عذاب سے مطمئن بھی نہ کرے (اور فرمایا) اس عبادت میں کوئی خیر نہیں جو بے علم کے ہو اور اس علم میں کوئی خیر نہیں جو بے فقہہ یعنی بے سمجھ بوجھ کے ہو اور اس قرأت میں کوئی خیر نہیں جو بغیر تدبّر کے ہو[10]۔

اسلاف کی نظر میں:۔

مجاہدؒ نے فرمایا۔ انما العالم من خشی اللہ یعنی عالم تو صرف وہی ہے جو اللہ سے ڈرے[11]۔

Marfat.com

سعدؒ بن ابراہیم سے کسی نے پوچھا کہ مدینہ میں سب سے زیادہ افقہ کون ہے تو فرمایا انقاھم لربہ یعنی جو اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا ہو[12]۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ جس شخص میں خشیت نہ ہو وہ عالم نہیں[13]۔ شعبیؒ کا قول ہے، عالم وہی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے[14]۔

احمد بن صالح مصریؒ نے فرمایا کہ خشیۃ اللہ کو کثرت روایت اور کثرت معلومات سے نہیں پہچانا جاسکتا (ابن کثیرؒ)[15]۔

ابن وھبؒ کہتے ہیں۔ امام مالکؒ نے فرمایا "حکمت اور علم بہت سے مسائل کا یاد کرلینا نہیں بلکہ وہ ایک نور ہے، جس کے ذریعے خدا جسے چاہتا ہے، ہدایت بخش دیتا ہے[16]۔

امام شافعیؒ نے فرمایا میں نے اپنے استاد وکیعؒ سے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی، تو جواب میں فرمایا کہ گناہ چھوڑ دو اس لیے کہ علم ایک نور ہے اور وہ یہ نور گناہگاروں کو عطا نہیں کرتے۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی　　فارشدنی الی ترک المعاصی

لان العلم نور من الہ　　و نور اللہ لا یعطی لعاصی[17]

طلبِ علم کی اہمیت و فضائل

ارشاداتِ ربانی:-

۱۔ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِی عِلْماً ۔ طٰہٰ : ۱۱۴

اور کہیے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے۔

۲۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ○ یوسف : ۷۶

ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے۔

۳۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط

آپ فرمادیجیے۔ کیا برابر ہیں جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے۔

Marfat.com

۴۔ يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍؕ المجادلۃ : ۱۱

اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ایمان والوں میں ان لوگوں کے اور زیادہ جن کو علم دین عطا ہوا ہے۔ اخروی درجے بلند کرے گا۔

۵۔ قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡكِتٰبِ○ الرعد : ۴۳

کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی ہے گواہ اور وہ شخص جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے۔

۶۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالۡمَلٰٓـئِكَةُ وَاُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًاۢ بِالۡقِسۡطِؕ العمران : ۱۸

خدا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں۔ وہ بھی گواہی دیتے ہیں۔

تفسیر: علم والے ہر زمانہ میں توحید کی شہادت دیتے رہے ہیں [18]

فضائلِ علم کے بارے میں احادیثِ مبارکہ

علمائے دین قابلِ رشک ہیں:۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ رشک صرف دو ہی آدمیوں پر ہونا چاہیئے، ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور پھر اسے حق کے کاموں میں بے تحاشا خرچ کرنے پر لگا دیا۔ دوسرے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت یعنی علم دین سے نواز دیا وہ اس حکمت کے ذریعے فیصلے کرتا ہے اور اس حکمت کی تعلیم دیتا ہے [19]۔ اسی طرح کی ایک اور حدیث میں صاحب قرآن اور صاحب مال کے متعلق بھی ارشاد فرمایا کہ حسد یعنی رشک دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں، ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہو۔ دوسرے وہ جس کو حق سبحانہٗ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے [20]۔

Marfat.com

حاملین علم کا مقام:-

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں دو شخصوں کا ذکر کیا گیا، ایک عابد کا اور ایک عالم۔ ان دونوں کا ذکر سن کر حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنٰی مسلمان پر ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں خیر سکھاتے والے پر اور آسمان والے اور زمین پر۔ یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں تک، غرض آسمان اور زمین کے اندر بسنے والی ساری مخلوق خیر سکھانے والے کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں[۲۱]۔

علماء کا وجود علم کا وجود ہے:-

حضرت عبداللہؓ بن عمرو نبی اکرمؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ علم کو اس طرح نہیں اُٹھائیں گے کہ سینوں سے کھینچ لیں۔ بلکہ علم اس طرح اُٹھے گا کہ علماء کا انتقال ہوتا رہے گا (اور دوسرے لوگ علم حاصل نہ کریں گے) جب علماء نہ رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے وہ بغیر علم کے فتاویٰ جاری کریں گے۔ جن سے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔[۲۲]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم اگر باقی رکھنا ہے جو کہ ضروری ہے اور اُمت کے ذمہ ہے تو علماء کی قدر کی جائے اور علماء پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ علماء کے وجود کو باقی رکھنا پوری اُمت کا فریضہ ہے۔

انبیاء علیھم السلام کے وارث علماء ہیں:-

حضرت کثیر بن قیسؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو درداءؓ کے پاس دمشق میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب ان کے پاس آئے اور عرض کیا میں مدینتہ الرسولؐ سے آپ کے پاس محض ایک حدیث سننے کے لیے آیا ہوں جس کے بارے میں مجھے بتلایا گیا ہے کہ آپ رسولؐ سے اس کی روایت

Marfat.com

کرتے ہیں اس کے علاوہ میری کوئی غرض یا مقصد نہیں جس کے لیے میں یہاں آیا ہوں۔ حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سُنا ہے کہ جو شخص کسی ایسے راستہ میں چلا جس میں علمِ دین طلب کرنا چاہتا ہو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلائے گا اور بلاشبہ طالبِ علم کی خوشنودی کے لیے فرشتے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں اور یقیناً عالم کے لیے آسمان والے اور زمین والے استغفار کرتے ہیں اور پانی کی مچھلیاں بھی (اس کے لیے استغفار کرتی ہیں) اور بے شک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر ہوتی ہے اور بلاشبہ علماء نبیوں کے وارث ہیں اور بالیقین انبیاء (علیھم السلام) نے (کسی کو) دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا بلکہ صرف علم کا وارث بنایا ہے۔ سو جس نے اس علم کو حاصل کیا اس نے بھرپور حصہ لے لیا۔[۲۳]

ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ بازار میں تشریف لے گئے وہاں جا کر اعلان فرمایا اے لوگو ایک بہت بڑی دولت کے حاصل کرنے سے کیوں عاجز ہو رہے ہو، لوگوں نے پوچھا وہ کون سی دولت ہے؟ فرمایا مسجد میں رسول اللہؐ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں اپنے کاروبار میں مشغول ہو۔ یہ سن کر لوگ جلدی سے مسجد میں گئے واپس آ کر کہنے لگے کہ وہاں تو کچھ بھی تقسیم ہوتا ہوا نظر نہیں آیا۔ فرمایا مسجد میں کیا دیکھا، انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ تلاوت میں مشغول تھے کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور ایک جماعت حلال و حرام کا تذکرہ کر رہی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ افسوس ہے تم اتنی صاف بات بھی نہ سمجھے کہ رسول اللہؐ کی میراث یہ نماز، تلاوت اور علمی مذاکرہ ہی تو ہے[۲۴]۔

علم دین صدقہ جاریہ ہے:۔

حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا بے شک ان چیزوں میں جو مومن کو موت کے بعد پہنچتی ہیں اعمال اور نیکیاں۔ ان میں سے ایک تو علم ہے جو اس نے حاصل کیا

Marfat.com

اور پھیلایا اور وہ اولاد صالح ہے جسے چھوڑ گیا یا قرآن پاک ورثہ میں چھوڑ گیا یا مسافر خانہ تعمیر کر گیا یا نہر جاری کر گیا یا اپنے مال میں سے اپنی صحت اور اپنی حیات میں اللہ کے راستہ میں خرچ کر گیا جو موت کے بعد بھی اس کو پہنچتا ہے۔[25]

بڑی سخاوت:-

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ سب سے بڑی سخی کون ہے، صحابہ کرامؓ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی خوب جانتے ہیں فرمایا کہ سب سے بڑا سخی اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے بعد سب انسانوں میں سب سے بڑا سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ شخص ہے جس نے علم حاصل کیا پھر اس کو پھیلایا۔ یہ شخص قیامت کے دن تنہا ایک اُمت کے برابر ہو گا۔[26]

شیطان کے لیے فقیہہ کا بھاری ہونا:-

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدسؐ کا ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے[27]۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ رات کو تھوڑی دیر کا سیکھنا سکھانا ساری رات نفل نمازوں میں مشغول رہنے سے بہتر ہے[28]۔ حضرت ابو درداءؓ کا مقولہ ہے کہ میں ایک مسئلہ سیکھ لوں یہ مجھے ساری رات نفلوں میں قیام کرنے سے زیادہ محبوب ہے[29]۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدسؐ سے بنی اسرائیل کے دو شخصوں کے متعلق سوال کیا گیا جن میں سے ایک عالم تھا اور فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا تھا اور لوگوں کو بھلائی کی باتیں سکھاتا تھا یعنی نوافل کا اہتمام نہ کرتا تھا اور دوسرا عبادت گزار تھا جو دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات بھر نفل نماز میں کھڑا رہتا تھا۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ جو عالم فرض نماز پڑھ کر خیر سکھانے کے لیے بیٹھ جاتا تھا اس کی فضیلت اس عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ درجہ کے مسلمان پر ہے[30]۔

Marfat.com

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب تحریر فرماتے ہیں سُنّتِ مؤکدہ کا اہتمام سب کے لیے ضروری ہے، بنی اسرائیل میں سنتیں نہ تھیں۔ اس لیے صرف فرضوں کا ذکر ہے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے فرائض سے سبکدوش ہوتے ہوتے علم پھیلانے کی فضیلت ہے۔ جو اپنی نماز ضائع کرتا ہو یا دوسرے فرائض وواجبات کو چھوڑتا ہو اور اس وقت میں یہ سمجھ کر کہ میں عابدوں سے افضل ہوں۔ تعلیم دینے میں لگا ہوا ہوں۔ ایسے عالم نفس کے دھوکے اور شیطان کے پھندے میں ہے [۳۱]۔

یہاں یہ بھی ذکر کر دینا ضروری ہے کہ علمی فضیلت کے خیال سے فرصت و فراغت ہوتے ہی نوافل کا اہتمام نہ کرنا غلطی ہے۔ اس لیے ان کے ادا کرنے سے علم و عمل میں نورانیت آتی ہے۔ [۳۲] حضرت امام احمد بن حنبلؒ دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں سو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ باوجود علمی مشاغل اور قاضی القضاۃ ہونے کے دو صد نوافل روزانہ پڑھ لیتے تھے [۳۳]۔

علم بہت بڑی دولت ہے:-

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لیے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے، اور اس کی طلب و تلاش عبادت ہے، اس کا یاد کرنا تسبیح ہے، اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے۔ اس لیے کہ علم جائز و ناجائز کے پہچاننے کے لیے علامت ہے۔ وحشت میں جی بہلانے والا اور سفر کا ساتھی ہے۔ تنہائی میں ایک محدث ہے۔ خوشی اور رنج میں دلیل ہے۔ دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ حق تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک جماعت علماء کو بلند کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نقشِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے اور ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔

Marfat.com

فرشتے ان سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو برکت حاصل کرنے کے لیے یا محبت کے طور پر ان پر ملتے ہیں اور ہر تروخشک چیز دنیا کی ان کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں۔ اور یہ سب اس لیے کہ علم دلوں کی روشنی ہے۔ آنکھوں کا نور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے۔ اس کا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اس سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع ہے، سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں [۳۴]۔

موانع علم:-

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَنُلۡزِمُكُمُوهَا وَاَنۡتُمۡ لَهَا كٰرِهُوۡنَ ○ ھود: ۲۸

توکیا ہم تم کو مجبور کر سکتے ہیں اُس پر اور تم اُس سے بے زار ہو [۳۵]

یعنی طلب کا نہ ہونا۔ مقولہ ہے "من طلب فقد وجد" جس نے طلب کیا اُس نے پایا۔

اعمش کی روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا "علم کی آفت نِسیان ہے" [۳۶]۔

حسن بصریؒ کا قول ہے "نِسیان نہ ہوتا تو علم کی بڑی فراوانی ہوتی [۳۷]۔

نیز زُہریؒ نے فرمایا "نِسیان سے، مذاکرہ نہ کرنے سے علم ضائع ہو جاتا ہے [۳۸]۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے "خود پسندی دانائی کی موت ہے" [۳۹]۔

علی بن ثابت کا شعر ہے

المال آفته التبذیر والنهب

والعلم آفته الاعجاب والغضب

(اسراف اور لوٹ سے مال برباد ہو جاتا ہے اور خود پسندی اور غصہ علم کو تباہ کر دیتا ہے)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے "گناہ کرنے سے آدمی وہ علم بھی بھول جاتا ہے جو حاصل کر چکا تھا" [۴۰]

حضرت فاروقؓ نے کعبؓ سے پوچھا وہ کیا چیز ہے جو حفظ و فہم کے بعد بھی علم کو سینوں سے نکال لے جاتی ہے۔ جواب دیا " وہ لالچ ہے اور مخلوق کے سامنے دستِ سوال کی درازی [۴۱]

اقسام عُلوم:۔

رسول اللہؐ نے فرمایا " میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، جنہیں مضبوطی سے پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبیؐ کی سنت [۴۲]۔

حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے " جس طرح قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہو اسی طرح فرائض و سنت کی تعلیم بھی حاصل کرو" [۴۳]۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حضور اقدسؐ کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں۔ اصل علم تین چیزوں کا علم ہے، ایک آیت محکمہ، دوسرے سنت قائمہ اور تیسرے فریضہ۔ عادلہ اور ان کے علاوہ جو علم ہے وہ فاضل ہے [۴۴]۔

آیتہ محکمہ سے آیات قرآنیہ مراد ہیں۔

سنت قائمہ سے حضورؐ کی ثابت شدہ سنتیں ہیں۔

" فریضہ۔ عادلہ " کے بارے میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب تحریر فرماتے ہیں، قرآن و حدیث کے علم کے ساتھ فرائض دینیہ کو علیحدہ ارشاد فرمایا۔ کیونکہ بعض احکام ایسے ہوتے ہیں جو اجماع اُمت سے ثابت ہیں اور ان پر عمل کرنا بھی فرض و لازم ہے اور ان کا علم بھی قرآن و حدیث کے علم کے برابر فرض ہے۔ اس لفظ کے بڑھانے سے علم فقہ و اصول فقہ کی ضرورت ثابت ہوتی ہے [۴۵]۔

حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے، علم، کتاب و سنت اور اجماع اُمت ہے، پھر انہی تینوں اصلوں پر قیاس ہے [۴۶]۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے، علم تین ہی ہیں، کتاب ناطق، سنت ماضیہ اور لا ادری "میں نہیں جانتا" [47]۔

حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں علم کی اقسام پر بہت طویل کلام فرمایا ہے۔ علم دو طرح کا ہے۔ ایک علم شرعی جو انبیاءؑ لے کر تشریف لائے، دوسرے دنیوی علم جو عقل، تجربہ یا سماع سے حاصل ہو۔ علم شرعی کی حکم کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں ایک فرضِ عین اور دوسرے فرضِ کفایہ۔

فرضِ عین:- ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ اسلام کے عقائد صحیح کا علم حاصل کرے اور طہارت، نجاست کے احکام سیکھے، نماز، روزہ اور تمام عبادات جو شریعت نے فرض و واجب قرار دی ہیں ان کا علم حاصل کرے۔ جن چیزوں کو حرام یا مکروہ قرار دیا ہے ان کا علم حاصل کرے، جس شخص کے پاس بقدر نصاب مال ہو اس پر فرض ہے کہ زکوٰۃ کے مسائل و احکام معلوم کرے، جس کو حج پر قدرت ہے اس کے لیے فرض عین ہے کہ حج کے احکام و مسائل معلوم کرے، جس کو بیع و شراء کرنا پڑے یا تجارت، صنعت یا مزدوری و اجرت کے کام کرنے پڑیں، اس پر فرض عین ہے کہ بیع و اجارہ وغیرہ کے مسائل و احکام سیکھے۔ جب نکاح کرے تو نکاح کے احکام و مسائل اور طلاق کے احکام و مسائل معلوم کرے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے لکھا ہے کہ اعمال باطنہ اور محرماتِ باطنہ کا علم جس کو عرف میں علم تصوّف کہا جاتا ہے چونکہ یہ باطنی اعمال بھی ہر شخص پر فرض عین ہیں تو ان کا علم بھی سب پر فرض عین [48]۔

فرضِ کفایہ:- پورے قرآن مجید کے معانی و مسائل کو سمجھنا، تمام احادیث کو سمجھنا قرآن و سنت سے جو احکام و مسائل نکلتے ہیں۔ ان سب کا علم حاصل کرنا۔ صحابہ، تابعین اور آئمہ مجتہدین کے اقوال و آثار سے واقف ہونا یہ اتنا بڑا کام ہے کہ پوری عمر اور سارا وقت اس میں خرچ کر کے بھی پورا حاصل کرنا آسان نہیں۔ اس لیے شریعت نے اس علم کو فرضِ کفایہ قرار دیا ہے کہ بقدرِ ضرورت کچھ لوگ یہ سب علوم حاصل کرلیں تو باقی مسلمان سبکدوش ہو جائیں گے [49]۔

Marfat.com

علم شرعی کی ایک اور طرح بھی تقسیم کی گئی ہے۔ وہ چار قسمیں ہیں۔

۱۔ اصول: اور یہ چار ہیں۔ کتاب اللہ، سنت، اجماع اور آثار صحابہ۔

۲۔ فروع: یہ دو ہیں۔ ایک فقہ ظاہر (ظاہری اعضاء سے متعلق احکام) اور فقہ باطن سے مراد قلب سے متعلق احکام مثلاً صبر و شکر، قناعت، توکل، غرور، تکبر، حسد و بغض اور حرص وغیرہ۔

امام اعظمؒ ابو حنیفہ نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے کہ انسان ان تمام کاموں کو سمجھ لے جن کا کرنا (مامورات / اوامر) اس کے لیے ضروری ہے اور ان تمام کاموں کو بھی سمجھ لے جن سے بچنا (منہیات / نواہی) اس لیے ضروری ہے۔

آجکل جو علم فقہ مسائل جزیئہ کے علم کو کہا جاتا ہے یہ بعد کی اصطلاح ہے۔

۳۔ مقدمات: مثلاً لغت، صرف، نحو وغیرہ۔

۴۔ تتمہ و تکملہ: مثلاً تفسیر، اصولِ حدیث، علوم القرآن، اسماء الرجال وغیرہ۔

علم غیر شرعی:۔

۱۔ اچھے: مثلاً طب۔

۲۔ مباح: اشعار، علم تاریخ وغیرہ۔

ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں داخل ہوتے تو لوگوں کی ایک جماعت کو دیکھا کہ ایک شخص کے ہاں جمع ہے فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا ایک علامہ ہے۔ فرمایا کیسا علامہ ہے۔ صحابہؓ نے کہا عرب کے نسب کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ شعر کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ جن چیزوں میں عرب کا اختلاف ہے ان کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ یہ سن کر حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ ایسا علم ہے جو نافع نہیں اور یہ ایسی جہالت ہے جو نقصان دہ نہیں (ابن عبدالبر، حیاۃ الصحابہ)

Marfat.com

علوم غیر نافعہ:-

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ (البقرہ : ۱۰۲)

اور یہ لوگ ایسی چیز سیکھ لیتے ہیں جو ان کو ضرر رساں ہے اور ان کو نافع نہیں۔

اگرچہ یہاں یہود کی حالت کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ ایسی چیز کی تعلیم حاصل کرتے ہیں جو ان کو مضر ہیں لیکن یہ قاعدہ ہے کہ خصوص سبب سے حکم خاص نہیں ہوا کرتا عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر علم محمود نہیں بلکہ بعض مضر بھی ہیں جن کے سیکھنے پر اس آیت میں ملامت کی گئی ہے۔

پھر مضر کی دو قسمیں ہیں، بعض بالذات مضر ہیں اور بعض بالغیر، مضر بالذات وہ علوم ہیں جو اصل سے ممنوع اور ناجائز ہیں کیونکہ ان کے مضامین خلاف شریعت ہیں، جیسے سحر اور نجوم، اور مضر بالغیر وہ علوم ہیں جو فی نفسہ جائز ہیں مگر کسی عارض کی وجہ سے ان کو ممنوع کیا گیا ہے جیسے علم مناظرہ کہ فی نفسہ جائز ہے [50]۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ ط (النحل : ۱۲۵)

اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو۔

اور فرمایا وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ ق (العنکبوت : ۴۶)

اور جھگڑا نہ کرو اہل کتاب سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ط (النساء ۱۰۷)

اور مت جھگڑ ان کی طرف سے جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں۔

آغازِ تعلیم

تعلیم کا آغاز کب ہوا؟

ایک مسلمان کے لیے اس کا جواب پیش کرنا کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد

Marfat.com

باری تعالیٰ ج ہماری اس طرف واضح راہنمائی کرتا ہے۔ کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت سے ہی تعلیم کا آغاز ہو گیا تھا۔ چنانچہ قصہ آدم علیہ السلام میں آدمیت کی فضیلت علم سے ہی ثابت ہوتی ہے اور ارشاد الٰہی ہے۔

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا (البقرہ : ۳۱)

اس لیے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ پہلے انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی علم اور تعلیم کے دروازے اس پر کھول دیئے گئے۔

ایک جدید عرب ماہر تعلیم کا کہنا ہے۔ یہ بہت ہی مشکل ہے کہ ہم نشان دہی کر سکیں کہ تعلیم کا عملی طور پر آغاز کب ہوا۔ تعلیم اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ زندگی قدیم ہے۔

اسلام کے ظہور کے ساتھ تعلیم و تعلّم نہ صرف جاری رہا بلکہ اس میں بے پناہ وسعت ہوئی چنانچہ پہلی وحی جو نبی کریمؐ پر نازل ہوئی۔ اس کے الفاظ پر غور کیا جائے۔

ا) اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ

.... عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (العلق : ۱۔۶)

اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیئے .... انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ خداوند قدوس ج نے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ جس کا واضح منشا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ کے ذریعے سے اُمتِ محمدیہ کو حکم دیا جارہا ہے کہ پڑھنے اور پڑھانے کے عمل کو ہمیشہ جاری رکھے۔

ب) اَلَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ (العلق : ۴) وہ ذات جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔

نٓ ○ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ○ (القلم : ۱)

یہ آیات اور دیگر اس قسم کی احادیث (قَیِّدُوا الْعِلْمَ بِالْکِتَابَتِ) واضح کرتی ہیں کہ پڑھنے سے صرف زبانی پڑھنا یا کسی نامعلوم چیز کو صرف حافظے کی مدد سے یاد یا محفوظ کرنا مقصود نہیں بلکہ مدعا یہ ہے کہ حاصل کردہ معلومات کو تحریر میں لایا جائے۔

Marfat.com

ج) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ : (العلق : ۵)
والی آیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جملہ علوم و فنون کی تعلیم دی ہے کیونکہ اس آیت میں ما استغراقیہ ہے
اور آیت وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ ۴ : ۱۳ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔
نیز ارشاد نبوی ہے۔ اَلْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَھُوَ لَھَا اَیْنَ وَجَدَھَا (مشکوٰۃ)
علم مسلمان کی گمشدہ میراث ہے۔ جہاں سے ملے اسے حاصل کرے۔
اگرچہ مسلمان کو اپنے عقیدے اور عمل کی وجہ سے غیر مسلم پر فضیلت، برتری اور فوقیت حاصل ہے۔ تاہم علم کے حصول میں مسلمان غیر مسلموں کی طرف بھی رجوع کر سکتا ہے
ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (الانبیاء : ۷)
پس پوچھ لو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے۔
قرآنِ حکیم نے حصولِ علم کی دعوتِ عام دیتے ہوئے ان لوگوں کو مخاطب کیا جو جہالت کی گہرائیوں اور اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

دنیا کا سب سے پہلا گھر

دنیا کا سب سے پہلا گھر، دنیا کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گھر کی اوّلیت کا ذکر خود کرتا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ○

(العمران : ۹۶)

"بلا شبہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر کیا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور جہاں بھر کے لوگوں کا رہنما ہے"۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بنیاد حضرت آدمؑ سے بہت پہلے ملائکہ نے ڈالی تھی [۵۱]

Marfat.com

تعمیرِ کعبہ کے متعلق شاہ عبدالعزیزؒ صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں " یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اس محترم گھر (بیت اللہ) کی بنیاد عہد آدمؑ میں پڑی اس کے بعد برابر یہ مقدس مقام انبیاء و صلحاء کا معبد اور قبولیتِ دعا کا مرکز رہا۔ جب آپ جنت سے زمین پر ڈالے گئے تو التجا کی خدایا آسمان کی طرح یہاں بھی کوئی گھر ہو جہاں تسبیح و تہلیل کی گونج رہے۔ یہ درخواست مقبولِ بارگاہ ہوئی اور نشاندہی فرمادی گئی اور اسی نشان پر بنیاد رکھی گئی، جو طوفان نوحؑ تک موجود رہا۔ طوفان میں اُٹھا لیا گیا مگر اس کے نشان باقی تھے۔ اسی کی طرف لوگ قبولیتِ دعا کے لیے رجوع کرتے رہے تاآنکہ حضرت ابراہیمؑ کو بنانے کا حکم ہوا۔ آپ نے بنانے کا ارادہ کیا تو ایک سکینہ سایہ فگن ہوا اور حضرت جبرائیل امینؑ نے اس کی مدد سے خطوط کھینچے۔ جس پر حضرت ابراہیمؑ نے کھود کر بنائے آدم نکالی اور اسی پر مقدس گھر تعمیر پایا [52]۔

ابنِ جریر نے یہ فیصلہ دیا ہے " تمام اقوال میں سے درست اور صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سے مراد سب سے پہلا گھر از روئے عبادت الٰہی ہے "۔

بیت اللہ کا وجود امن عالم کا سبب ہے:-

ارشادِ باری تعالیٰ جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ (المائدہ : ۹۷)

حق تعالیٰ شانہٗ نے کعبہ کو جو محترم گھر ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب بنا دیا قِیٰمًا لِّلنَّاسِ کے معنی یہ ہوئے کہ کعبہ اور اس کے متعلقات لوگوں کے قیام و بقاء کا سبب اور ذریعہ ہیں [53]۔

علامات قیامت کی روایات میں قیامت کے قریب کعبے کا منہدم ہونا کثرت سے وارد ہوا ہے [54]۔

مسجد دنیا کا سب سے پہلا اور سب سے آخری گھر ہے:-

سب سے پہلا ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ان اول بیت .... الخ

اور مساجد کا سب سے آخر تک رہنا ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ منتخب کنزالعمال میں اوسط طبرانی سے روایت ہے حضرت ابنِ عمرؓ نے نقل کیا ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے

Marfat.com

"قیامت کے دن ساری زمینیں جاتی رہیں گی سوائے مساجد کے وہ آپس میں مل جائیں گی اور ایک جگہ جمع ہو جائیں گی[۵۵]۔

اسلامی تعلیم میں مسجد کا مقام:۔

مسجد مسلمانوں کے لیے

i. مذہبی مرکز اور عبادت گاہ

ii. منبع علم و تہذیب

iii. اجتماعی شعور کی تربیت گاہ

iv. درسِ مساوات

v. باہمی تعاون کو فروغ دینے کا باعث ہے

مسجد نبویؐ کی حیثیت:۔

مرکز اسلام کی یہ مسجد صرف رسمی مسجد نہ تھی بلکہ اسلام کا ناقابلِ تسخیر قلعہ تھی جہاں دین و دنیا کے سارے قوانین ترتیب پاتے تھے، لشکرِ اسلام کے قواعد جنگ بتاتے جاتے تھے۔ یہیں سے جہاد میں فوج روانہ کی جاتی تھی۔ وفود یہیں اترتے تھے۔ اس میں مدینہ کا پہلا دارالعلوم تھا۔ اس میں رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلّم کا دربار لگتا تھا اس میں فصل خصومات سُنائے جاتے تھے۔ اور اس میں مُجرمین کو قید بھی کیا جاتا تھا۔

گویا دارالشریعت (پارلیمنٹ) دارالعلوم (یونیورسٹی) دارالعسکر (فوجی چھاؤنی) اور دارالحبس (جیل خانہ) سب کا کام اسی مسجد مقدس سے لیا جاتا تھا[۵۶]۔

مذہبی مرکز اور عبادت گاہ:۔

قرآنِ پاک اور احادیثِ نبویؐ کے الفاظ واضح طور پر بتاتے ہیں کہ نمازوں کی ادائیگی باجماعت مسجدوں ہی میں مطلوب ہے۔ اور شریعت مطہرہ میں ان مسجدوں کو مرکزی گھر ہونے کی حیثیت

Marfat.com

حاصل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (اعراف: ۲۹)

"اور سیدھا کرو اپنے چہروں کو ہر مسجد کے پاس"۔

ابوبکر جصاص لکھتے ہیں۔ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز مسجد میں پڑھی جائے (احکام القرآن ج ۳) کیونکہ تعمیر مساجد کا مقصد یہی ہے۔ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ (النور : ۳۶)[57]

"ان گھروں میں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے"۔

اس آیت کا طرز بیان بھی بتلاتا ہے کہ مسجدوں کا یہ واجبی حق ہے کہ اللہ کی دوسری عبادت اور نماز انہی میں ادا کی جائے۔[58]

منبع علم و تہذیب:-

جو مکانات ذکر اللہ، تعلیمِ قرآن اور تعلیمِ دین کے لیے مخصوص ہوں وہ بھی مساجد کے حکم میں ہیں۔ تفسیر بحر محیط میں ابوحیان نے فرمایا کہ فی بیوتٍ کا لفظ قرآن میں عام ہے جس طرح مساجد اس میں داخل ہے اسی طرح وہ مکانات جو خاص تعلیم قرآن، تعلیم دین یا وعظ و نصیحت اور ذکر و شغل کے لیے بنائے گئے ہوں۔ جیسے مدارس اور خانقاہیں وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ ان کا بھی ادب واحترام لازم ہے۔

یذکر فیہا اسمہٗ یہاں اللہ کا نام ذکر کرنے میں ہر قسم کا ذکر شامل ہے تسبیح و تحمید وغیرہ بھی، نفل نماز بھی، تلاوتِ قرآن، وعظ و نصیحت، تعلیم دین اور علوم دینیہ کے سب مشاغل اس میں داخل ہیں[59]۔

اجتماعی شعور کی تربیت گاہ:-

اسلام منفردانہ زندگی کی مذمت کرتا ہے۔ قانونی طور پر بھی اور علمی نقطہ نظر سے بھی، انتشار،

63717

Marfat.com

تشتت اور اختلاف و مخاصمت کو وہ ایک منٹ کے لیے بھی برداشت نہیں کرتا اور ہر شعبۂ زندگی میں اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ اس کی سرشت میں داخل ہے۔

آنحضرتؐ کسی کو دیکھ لیتے کہ وہ جماعت میں شریک نہیں، صف سے علیحدہ کھڑا ہے یا صف سیدھا نہیں، آپس میں ملے ہوتے نہیں، تو حیرت اور ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے۔

امامت اور اجتماعیت، نظام وحدت کا استحکام، نظام وحدت کی مخالفت کرنے پر زجر و توبیخ (چاہے سبقت کی صورت میں ہو یا زیادہ تاخیر کی شکل میں) جماعت کی ظاہری ہیئت، صفوں کو درستی کی اہتمام، امام کی قربت، امام کے قریب کون لوگ ہوتے ہیں جذبۂ ارتقاء، امام کا انتخاب وغیرہ اجتماعی شعور کی تربیت گاہ کا مرکز و محور مسجدیں ہی ہو سکتی ہیں۔

درسِ مساوات:۔

"نماز کی جماعت" کے نام سے جو اجتماع ہوتا ہے وہ ایسے گھر میں ترتیب پاتا ہے جہاں ہر مسلمان کو برابر کا حق پہنچتا ہے۔ اُصولی طور پر اس میں شرکت کی عام اجازت ہوتی ہے۔ دیہاتی، شہری، بڑے، چھوٹے، عالم اور غیر عالم سب مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

باہمی تعاون کو فروغ دینے کا باعث:۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى آنحضرتؐ نے ایک ایک بات کھول کر بیان کر دی ہے اور عملی تعلیم دے کر اُمت کے لیے شاہراہ قائم فرما گئے ہیں۔ ارشاد فرمایا استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم مسلم ج ۱ ۶۰ (نماز کے اندر) برابر کھڑے ہو۔ اختلاف نہ ہو کہ اس کا اثر تمہارے دلوں پر پڑے گا۔ ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا "اپنی صفوں کو خوب درست کرو، مل مل کر کھڑے ہو اور شانہ سے شانہ ملا رکھو۔ بخدا میں شیطان کو صفوں کے شگاف میں گھستے دیکھتا ہوں" ابوداؤد ۶۱۔

حضرت عمرؓ کا کہنا ہے کہ مسجد میں نماز کے اندر اپنے بھائیوں کی تلاش کرو کہ وہ سب جماعت میں شریک ہیں یا نہیں، اگر کسی کو نہ دیکھو تو دریافت کرو، خدانخواستہ اگر بیماری کی وجہ سے نہ آتے

Marfat.com

ہوں تو ان کی عیادت کو جاؤ اور اگر وہ اپنی صحت و تندرستی کے باوجود نہیں آتے ہیں تو عتاب کرو[۶۲]۔

غیر آباد مساجد:-

ارشاد نبویؐ ہے "آخیر زمانہ کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی مگر درحقیقت ویران"[۶۳]۔ اوّل تو ان میں نمازی کم ہیں اور جو کچھ ہیں تو مسجدیں ان کی نشست گاہ بنی ہوئی ہیں۔ خدا کے گھر اس کے ذکر سے خالی ہیں اور دنیا کے تمام دھندے اُن میں موجود، ہر قسم کے قصّے اور قضیے وہاں طے ہوتے ہیں، بازاروں کا شور و شغب وہاں موجود ہے۔

آدابِ مسجد

مسجد کی صفائی:-

نبی کریمؐ مسجد کے غبار کو کھجور کی ٹہنی سے صاف کیا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)[۶۴]۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا مجھے کھجور کی ٹہنی لادو، لا کر دی، آپؐ نے ایک کپڑے سے اپنی کمر باندھی اور تمام مسجد میں جھاڑو دی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)[۶۵]۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کے اعمال کے ثواب سب میرے سامنے پیش کئے گئے یہاں تک کہ ایک تنکا جس کو کسی شخص نے مسجد سے نکال دیا ہو، اس کا ثواب بھی پیش کیا گیا۔ اور ایک موقعہ پر ایک عورت کے بارے میں ارشاد فرمایا "میں نے اس عورت کو جنت میں دیکھا ہے"، اس لیے کہ وہ مسجد سے کاٹھ کباڑ اٹھا دیتی تھی[۶۶]۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص کہ بدبودار درخت (یعنی پیاز) کھاتے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے[۶۷]۔

باوضو آنا:-

گھر سے جب چلنے لگے تو پہلے وضو کر لیا جائے کیونکہ سُنت طریقہ یہی ہے[۶۸]۔

Marfat.com

دعا پڑھنا:-

الھم انی اسئلکَ بحقِ السائلین علیکَ و بحقِ ممشای ھذا فانی لم اُخرجھا اشراً ولا ریاءً وّلا سمعَتہ خرجتُ اتقاء سخطِکَ ابتغاء رضاک اسئلکَ ان تنقذنی من النار وان تغفرلی ذنوبی (رواہ ابن انسؓ) [69]۔

باوقار و اطمینان سے آئے:-

ارشادِ نبویؐ ہے نماز کے لیے اس طرح چلو کہ تم پر سکینت و وقار طاری ہو اور دوڑو مت [70]۔

اچھی ہیئت میں آئے:-

ارشادِ باری تعالیٰ ہے یٰبَنِی اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (اعراف: ۳۱) اے آدم کی اولاد! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس زینت پہن لیا کرو۔ اس آیت سے مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ مسجد کی حاضری میں ہیئت حتی الوسع اچھی ہو [71]۔

داخل ہونے کے آداب:-

داخل ہوتے ہوتے مسجد میں پہلے دایاں پاؤں رکھیں اور فارغ ہو کر جب نکلنے لگیں تو بایاں پاؤں باہر رکھیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ سنت یہی ہے کہ جب میں مسجد میں تُو داخل ہو تو پہلے دایاں پاؤں ڈال اور جب نکلے تو پہلے بایاں پاؤں نکال۔ (فتح الباری ج ۱) دایاں پاؤں رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھی جائے الھم افتح لی ابواب رحمتک اور جب نکلیں تو یہ پڑھی جائے الھم انی اسئلک من فضلک [71]۔

سلام کیا جائے مگر تحیۃ المسجد سلام پر مقدم ہے:-

شرح سفر السعادت میں حضرت شیخؒ نے لکھا ہے کہ پہلے تحیۃ المسجد کی نماز ادا کرے پھر حاضرین کو سلام کرے تحیۃ المسجد سلام پر مقدم ہے اس لیے کہ تحیۃ المسجد مسجد کو سلام کرنے کے حکم میں ہے جو حق اللہ ہے اور اس موقعہ پر حق اللہ کو حق العباد پر تقدیم حاصل ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے بھی اسی کو لکھا ہے فرماتے ہیں نبیؐ کی سیرت سے یہ ہے کہ مسجد میں جو داخل ہو وہ پہلے دو

Marfat.com

رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے پھر وہ قوم کو آکر سلام کرے پس معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد سلام سے پہلے ہے۔ (زاد المعاد ج ۳)۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا دستور آپ کے ساتھ ایسا ہی تھا۔ [۲]

حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "تم میں کوئی مسجد میں جب داخل ہو تو اس کو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیئے" [۳]۔ مسجد میں پہنچ کر کوئی بیٹھ جائے اور اس کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے یہ بھی جائز ہے۔ مگر خلاف اولیٰ ہے جیسا کہ امام طحاویؒ نے اس مسئلہ کی صراحت فرمائی ہے [۴] اوقاتِ مکروہہ میں تحیۃ المسجد کی تلافی تسبیح و تہلیل ہے۔

مسجد میں دنیاوی باتوں سے اجتناب کیا جائے:۔

ان لوگوں کے ساتھ (جو مسجد میں دنیاوی باتوں میں مشغول ہیں) مت بیٹھنا کیونکہ ان کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں [۵] (مشکوٰۃ)۔

مسجد میں بلند آوازی نہ ہونے پائے:۔ (ابن ماجہ) [۶]

گمشدگی کی تلاش:۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب کسی کو مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرتے دیکھو تو کہو "وہ تجھ کو نہ ملے، مسجد جس کام کے لیے بنائی گئی ہے اسی کے لیے ہے" [۷]۔ ہاں جب چیز مسجد میں گم ہو جائے تو آداب مسجد کے لحاظ کرتے ہوئے تلاش کی جائے۔

بچوں اور پاگل وغیرہ سے اجتناب:۔

مسجد میں ناسمجھ اور بے عقل کے آنے کی بھی اجازت نہیں۔ حدیث میں ہے "اپنی مسجدوں سے بچوں اور پاگلوں کو دور رکھو" (ابن ماجہ) [۸]۔

کھلا ہتھیار:۔

مسجد میں کھلا ہتھیار تک لے کر چلنے کی اجازت نہیں۔

Marfat.com

مسجد کو راستہ نہ بنانا:۔

مسجد کو گزر گاہ اور راستہ بنانا ناجائز ہے [۷۹]۔

نماز جنازہ:۔

اہلِ علم نے مسجد کے اندر جنازہ کی نماز کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے (ھدایہ) [۸۰]۔

صنعت و حرفت:۔

امام نوریؒ نے لکھا ہے کہ مسجد میں دستکاری، صنعت و حرفت اور اس طرح کا کوئی دوسرا کام درست نہیں ہے۔ البتہ کوئی شخص مسجد میں بیٹھ کر اس لیے دستکاری کرتا ہے کہ مسجد کی حفاظت کرے اور پھر حفاظتِ مسجد کی اس کے علاوہ صورت نہ ہو تو پھر مضائقہ نہیں (اشباہ) [۸۱]

دورِ نبوّت میں مراکزِ تعلیم

مکّی دور میں تعلیم و تربیت کے اہم مراکز میں دار الخدیجہ الکبریٰؓ ہے۔ طبری اور ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ جب حضرت جبرائیلؑ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز کی ادائیگی کا بتایا اور حضورؐ گھر تشریف لائے اور آپؐ نے انہیں بھی نماز کا طریقہ سکھایا پھر حضرت خدیجہؓ نے حضورؐ کے طریقہ پر نماز ادا کی [۸۲]۔ گویا بالکل ابتدائی دور میں دینِ اسلام کی اساسی تعلیمات اور آداب اسلامی کی تعلیم کا حالات کے مناسبت سے پہلا مرکز حضرت خدیجہؓ کے گھر قائم ہوا جو دار الحجر میں واقع تھا ۲۔ کبار صحابہؓ جو پہلے مشرف باسلام ہوتے قرآن پاک کی نازل شدہ آیات کی تعلیم اور عملی تربیت کے لیے حضرت ارقم کے مکان میں جمع ہوتے تھے۔ حضورؐ نے تعلیم و تربیت کے لیے ہر لحہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا یہاں تک کہ شعب ابی طالب میں معاشرتی مقاطعہ کے سبب جن لوگوں کو آپ کے ساتھ رکھا گیا آپؐ نے ان کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی [۸۳]۔

ہجرت مدینہ سے پہلے تعلیم و تربیت کی غرض سے آپؐ نے مختلف قبائل اور علاقوں میں معلمین بھیجے، حضرت مصعب بن عمیرؓ کی رہائش حضرت اسعد بن زرارہؓ کا مکان مدینہ منورہ میں

Marfat.com

تعلیم و تربیت کا اولین مرکز قرار پایا۔ بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر اہلِ یثرب کی درخواست پر حضورؐ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بطورِ معلم مقرر فرمایا تھا[۸۴]۔ اس سے اہل مدینہ میں قبول اسلام کا ذوق پیدا ہوا اس کے نتیجہ میں اگلے سال بیعت ثانیہ کے موقع پر بہتر (۷۲) افراد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو مدینہ منورہ تشریف لانے کی دعوت دی۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد تعلیم و تربیت کا پہلا مرکز حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مکان تھا۔ اس گھر کی دو منزلیں تھیں۔ حضورؐ نچلی منزل میں رہائش پذیر ہوئے، حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے از راہِ ادب آپؐ کو اوپر والی منزل میں منتقل ہونے کی درخواست کی جس پر آپؐ نے فرمایا "ہمارے اور اُن لوگوں کے لیے جو ہمارے پاس آتے جاتے ہیں اس میں سہولت ہے کہ ہم نچلی منزل میں رہیں"۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر سے قبل آپؐ کا قیام اسی جگہ رہا، صحابہ کرامؓ یہاں حاضر ہوتے اور اسلام کے بارے میں سیکھتے[۸۵]۔

اسلامی کردار کی تشکیل و تعمیر کے لیے مسجد نبویؐ کی تعمیر ہوئی، جہاں تعلیم و تربیت کی غرض سے "صُفّہ" (چبوترہ) بنوایا گیا۔ صُفّہ ایک کُل وقتی درسگاہ تھی، جہاں دو قسم کے لوگوں کی تعلیم کا انتظام کیا گیا تھا، ایک تو وہ لوگ تھے جو عمومی مسائل سیکھنے کے لیے باہر سے آتے تھے اور چند دن ٹھہرنے کے بعد واپس چلے جاتے مثلاً بنی عامر اور بنی تمیم کے افراد اور دوسرے مستقل اقامتی طلبا۔

صُفّہ کی درسگاہ ایک تعلیمی اور تربیتی مرکز تھا۔ طالبانِ علم کے علمی شغف کے راستے میں کوئی چیز حائل نہ ہوتی تھی۔ شبلی نعمانی کے بقول یہ لوگ معاشی ضروریات کی کفالت کے لیے جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے، انہیں بیچ کر آدھا خیرات کر دیتے تھے اور احباب میں تقسیم کر دیتے تھے[۸۶]۔

مدینہ منورہ میں مسجدِ نبویؐ واحد درسگاہ نہ تھی بلکہ یہاں کم سے کم نو مسجدیں خود عہد نبویؐ میں تھیں۔ مقام "الحساد" میں بھی ایک مسجد بنائی گئی تھی جہاں تعلیم کا انتظام تھا۔ مدینہ میں سن ۲ ہجری ایک اقامتی درسگاہ "دارالقرا" کے نام سے قائم ہوئی جس کا ذکر بلاذری نے کیا ہے[۸۷]۔

Marfat.com

بعثتِ رسول اکرمؐ کے مقاصد

ارشادِ ربانی ہے:- لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (العمران : ۱۶۴) سورہ بقرہ، سورہ العمران اور سورہ جمعہ کی آیات میں آنحضرتؐ کے متعلق ایک ہی مضمون ایک ہی طرح کے الفاظ میں آیا ہے، جن میں آنحضرتؐ کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپؐ کے عہدِ نبوت و رسالت کے فرائض منصبی تین بیان کیے گئے ہیں، ایک تلاوتِ آیات، دوسرے تعلیم کتاب و حکمت اور تیسرے تزکیہ۔ اخلاق۔

تلاوت آیات:-

تلاوت و تعلیم کو الگ الگ بیان کرنے سے یہ حاصل ہوا کہ قرآن کریم میں جس طرح معانی و مطالب مقصود ہیں اس کے الفاظ بھی مستقل مقصود ہیں ان کی تلاوت و حفاظت فرض اور اہم عبادت ہے[۸۸]۔

فضائل تلاوت:-

i. جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لیے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے[۸۹]۔

ii. تلاوت قرآن دنیا میں نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ[۹۰]۔

iii. جن گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کے لیے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے آسمان پر ستارے[۹۱]۔

iv. جمع الفوائد میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سکھلا دے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں[۹۲]۔

Marfat.com

آدابِ تلاوت

۱۔ قرآن مجید کو بلا وضو ہاتھ لگانا: ارشادِ باری تعالیٰ ہے لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۝
(واقعہ: ۷۹)

کوئی ایسا شخص اِس کو نہ چھوئے جو پاک نہ ہو۔

فَمِنْ حُرْمَتِهِ الْقُرْاٰنِ اِلَّا یَمَسُّتهٗ الا طاهِرًا (قرطبی)

بغیر طہارت اور وضو کے قرآن مجید کو ہاتھ نہ لگایا جائے البتہ غیر مسلم کو قرآن شریف کی تعلیم دینا جائز ہے۔ معلم اس کو احترام کلام مجید کی تعلیم بھی دے [۹۳]۔

۲۔ باوضو تلاوت: وَمِنْ حُرْمَتِهٖ ان یقراءۃ وَهُوَ عَلٰی طَهَارَةٍ [۹۴]

اور قرآن مجید کے آدابِ عظمت میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی تلاوت باوضو کی جائے۔ البتہ مصحف کے بغیر (زبانی) تلاوت کرنا بے وضو شخص کے لیے جائز تو ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ باوضو تلاوت کرے [۹۵]۔

۳۔ تلاوت کے لیے مسواک کرنا اور عمدہ پوشاک پہننا: ومن حرمته ان یستاک ویتخلل فیطیب فاه [۹۶]

اور قرآن مجید کے آدابِ عظمت میں سے ایک یہ ہے کہ مسواک کرے، دانتوں کو صاف کرے اور خلال کرے حتیٰ کہ اس کا منہ صاف اور خوشبودار ہو جائے۔

ومن حرمته ان یتلبسَ کما یتلبسُ للدخول علی الامیر لانه مُناجٍ [۹۷]

تلاوت کے وقت ایسی عمدہ اور پاکیزہ پوشاک پہنے جیسے کسی بادشاہ سے ملاقات کے وقت پہنتا ہے، کیونکہ وہ ہمکلامی سے مشرف ہو رہا ہے۔

۴۔ قبلہ رُخ بیٹھنا: بہترین اور عمدہ مجلس وہ ہے جس میں قبلہ رُخ بیٹھا جائے (رواہ طبرانی)۔

ومن حرمته ان یستقبل القبلته لقراته [۹۸]

اور عظمت میں سے ایک یہ ہے کہ تلاوت کے وقت قبلہ رو بیٹھے اور مستحب یہ ہے کہ تلاوت

Marfat.com

کے وقت اطمینان اور وقار کے ساتھ عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرتے ہوتے اور گردن جھکاتے ہوتے قبلہ رُخ بیٹھے [99]۔

۵۔ قرآن مجید کسی چیز پر رکھنا: قرآن مجید کو خوشبو لگانا، معطر کرنا اور اسے بلند چیز (رحل وغیرہ) پر رکھنا مستحب ہے [100]۔ اور قرآن مجید کو زمین پر نہ رکھے [101]۔

۶۔ تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ اور پھر تسمیہ پڑھنا: تلاوت قرآن سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کا پڑھنا اس آیت وَاِذَاقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کی تعمیل کے لیے رسول اللہؐ سے ثابت ہے مگر کبھی کبھی اس کا ترک کرنا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس لیے جمہور علماء نے اس حکم کو واجب نہیں بلکہ سنت قرار دیا ہے اور ابن جریر طبری اس پر اجماع امت نقل کیا ہے [102]۔ قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتے وقت اوّل اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم اور پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا سنت ہے اور درمیان تلاوت بھی سورۃ برات (توبہ) کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا سُنت ہے [103]۔

۷۔ حضورِ قلب بوقتِ تلاوت: علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس کو نشاط و سرور، دل جمعی اور حضورِ قلب کے ساتھ پڑھا جاتے [104]۔ ملا علی قاریؒ آدابِ قرآن بیان کرتے ہیں۔
ومع ھذا فلا بدّ من حضور القلب و شعورہ بکلام الرّب [105]۔

۸ تجوید و ترتیل کو ملحوظ رکھنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (المزمل: ۴) قرآن کو صاف صاف پڑھیے حضرت ام سلمہؓ آنحضرتؐ کی تلاوت کے متعلق فرماتی ہیں کہ آپ بڑی وضاحت کے ساتھ ایک ایک حرف نمایاں کر کے پڑھا کرتے تھے [106]۔

ارشادِ نبویؐ ہے۔ ان اللہ یحب ان یقرا القران کما انزل [107]۔ یقیناً اللہ ج پسند فرماتے ہیں کہ قرآن اس طرح پڑھا جاتے جس طرح اتارا گیا ہے۔ علامہ محمد نصر مکی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام امت وجوب تجوید پر متفق ہے [108]۔

Marfat.com

۹۔ خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت:۔ قرات میں خوش آوازی اور لب ولہجہ کی درستی امر مسنون ہے [۱۰۹]۔ ابن جریر نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اتنا کسی چیز کی طرف توجہ نہیں فرماتا جتنا اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو حسن و ترنم سے پڑھتا ہے [۱۱۰] ہاں بخاری کی روایت ہے کہ گانے کی صورت نہ ہو۔ تلاوت تفخیم اور موٹے لہجے کے ساتھ کرے یہ امر مستحب ہے، عورتوں کی طرح لوچدار اور دبی و باریک آواز میں نہ پڑھے [۱۱۱]۔

۱۰۔ بوقت تلاوت گریہ وزاری:۔ قرآن پڑھتے وقت رونا مستحب ہے [۱۱۲]۔ بخاری شریف میں باقاعدہ ایک باب ہے باب البکاء عند قرآءۃ القرآن۔

۱۱۔ فہم و تدبر سے قرآن پڑھنا:۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ ص: ۲۹۔ آپؐ کی طرف یہ بابرکت کتاب اس لیے نازل کی گئی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا محمد: ۲۴۔ کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگے ہوتے ہیں۔

۱۲۔ پوری توجہ سے قرآن مجید سننا:۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ اعراف: ۲۰۳۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رکھو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ایک اور موقع پر ارشاد ہے:۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ ○ حٰمٓ سجدہ: ۲۶۔ آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن میں خلل ڈالنے کی نیت سے شور و غل کرنا کفر کی علامت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خاموش ہو کر سننا واجب اور ایمان کی علامت ہے [۱۱۳]۔

مقصد تعلیم کتاب و حکمت:۔

قرآن کریم نے ایک طرف تو رسول کے فرائض میں تلاوت آیات کو ایک مستقل فرض قرار دیا، دوسری طرف تعلیم کتاب کو جداگانہ فرض قرار دے کر بتلا دیا کہ محض تلاوت آیات کا سن لینا فہم قرآن عربی زبان جاننے والوں کے لیے کافی نہیں بلکہ تعلیم رسول ہی کے ذریعے قرآنی تعلیم

Marfat.com

کا صحیح علم حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں رسول ﷺ کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد یہ قرار دیا کہ وہ قرآن کریم کے معانی و احکام کی شرح کر کے بیان فرمائیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ النحل : ۴۴

(یعنی ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے اللہ کی نازل کردہ آیات کے مطالب بیان فرمائیں) اور اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں (دارمی) [114]۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب آپ ﷺ کا مقصد وجود معلم ہونا ہے تو آپ ﷺ کی امت کا مقصد وجود متعلم اور طالب علم ہونا لازم ہو گیا۔ اس لیے ہر مسلمان مرد و عورت بحیثیت مسلمان ہونے کے ایک طالبِ علم ہونا چاہیے جس کو تعلیمات رسول کریم ﷺ کی لگن ہو۔

تعلیم حکمت:۔

تعلیم کتاب کے ساتھ آپ ﷺ کے فرائض میں دوسری چیز تعلیم حکمت بھی رکھی گئی ہے ویُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ اور آیت کریمہ واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن من اٰیٰت اللہ والحکمۃ ط الاحزاب : ۳۴، تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں۔

حکمت سے مراد تفسیر قرآن ہے [115]۔

حکمت سے مراد سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) ہے [116]۔

سُدّی نے کہا ہے حکمت سے سنت نبوی ﷺ مراد ہے [117]۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمَانَ الْحِکْمَۃَ لقمان : ۱۲

اور ہم نے لقمان کو دانائی بخشی

آلرا قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ " یونس : ۱

یہ بڑی دانائی کی کتاب کی آیتیں ہیں۔

Marfat.com

وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّنَ الْاَنبَآءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ○ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ القمر: ۴-۵

اور ان کو ایسے حالات و سابقین پہنچ چکے ہیں جن میں عبرت ہے اور کامل دانائی کی کتاب بھی۔

اٰتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ○ مریم: ۱۲

اور ہم نے ان کو لڑکپن میں ہی دانائی عطا فرمائی تھی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا ان من الشعر لحکمتہ [۱۱۸]

بعض اشعار مبنی بر حکمت ہوتے ہیں۔

حدیث نبویؐ ہے:- اَلصمتُ حُكْمٌ و قليلٌ فاعلہ [۱۱۹]

خاموشی بھی حکمت ہے لیکن بہت تھوڑے سے لوگ اسے اختیار کرتے ہیں۔

آیت يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَتہ کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے کہا کتاب قرآن ہے اور حکمت سنت ہے [۱۲۰]۔

آیت وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِى بُيُوتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللهِ وَالْحِكْمَتہ کی تفسیر میں قتادہ نے کہا "قرآن و سنت" ہے [۱۲۱]۔

ابن وہبؒ کا بیان ہے کہ امام مالکؒ نے آیتیں پڑھیں وَاٰتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ○ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَتہ " وَنُعَلِّمُهُ الْحِكْمَتہ " والزکرن مایتلی فی بیوتکن من ایات اللہ والحکمتہ ان سب میں حکمت سے مراد اطاعت الٰہی، دین الٰہی میں تفقہ اور اس پر عمل ہے [۱۲۲]

ابن وہبؒ کہتے ہیں ایک اور موقع پر میں نے امام مالکؒ کو فرماتے ہوتے سنا میرا دل کہتا ہے کہ حکمت سے مقصود دین الٰہی میں تفقہ ہے یہ اس لیے کہ بعض آدمی دنیا وی معاملات میں تو عقلمند نظر آتے ہیں مگر دین میں بالکل جاہل ہوتے ہیں اور بعض آدمی دنیا کے معاملات میں کم سمجھ ہوتے ہیں مگر اپنا دین خوب سمجھتے ہیں۔ خدا نے یہ نعمت ان لوگوں کو دی ہے اور ان لوگوں کو اس سے محروم رکھا ہے پس دین الٰہی میں تفقہ کے سوا کچھ نہیں [۱۲۳]۔

Marfat.com

رسول کریمؐ کا طریقہ۔ تعلیم:-

۱۔ مخاطبین کی علمی سطح کو مد نظر رکھنا:-

i. ازکیاء (محبت پسند) کامل الاستعداد طبقہ جن میں طلب صادق اور معرفت حق کی سچی تڑپ بدرجہ۔ اتم موجود ہو۔ وہ پختہ دلیلوں اور حجتوں کے طلبگار ہوں۔ جو یقینی ہوں اور دلوں میں نور یقین پیدا کر سکیں۔ اسی کا نام قرآن کی زبان میں حکمت ہے [۱۲۴] ۔ جو آیت اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ میں مذکور ہے۔ علماء، حکماء اور عقلاء کا اس پر اجتماع ہے کہ حکمت سے مراد حقیقت شناسی ہے [۱۲۵] ۔

آرام کے وقت میں آنحضرتؐ اہل فضل یعنی زیادہ علم و عمل کو حاضری کی اجازت میں اوّل رکھا جاتا۔ ان خواص کو ایسے کاموں میں مشغول فرماتے جو خود اُن کے اور تمام امت کی اصلاح کے لیے مفید ہوں۔ ان کو یہ ہدایت ہوتی کہ وہ ان باتوں کو لوگوں تک پہنچا دیں جو کسی وجہ سے مثلاً دوُری، شرم، رعب یا کسی عذر کے باعث اپنی ضرورتوں کا اظہار مجھ سے نہیں کر سکتے۔

یہ خواص وہ ہوتے جن سے دینی یا دنیاوی ضرورتوں میں سے کسی چیز کو مخفی نہ رکھا جاتا اور خصوصیت کا دارومدار دینی فضیلت، مخلوق کی خدمت و غمگساری۔

ii. اغبیاء (منازعت پسند) اس کے بالمقابل بلکہ اس کی ضد ایک وہ کج فہم طبقہ ہے جن کی طبیعتوں میں سلامتی اور ذوق تحقیق کے بجائے بحث و نزاع اور کج بحثی کے جراثیم بھرے ہوتے ہوں، ان کے نزدیک سب سے بڑا کمال صرف بولتے رہنا اور خاموش نہ رہنا ہے۔ ان کج فہموں اور کج بحثوں کے حق میں قرآن نے مجادلہ حسنہ کا باب قائم فرمایا۔

iii. صلحاء (سلامت پسند) ان دونوں طبقوں کے درمیان ایک طبقہ ہے جو نہ تو کمال فہم اور سلامتی ذوق میں حکماء و عقلاء کی حد تک پہنچا ہوا ہے اور نہ بد ذوقی میں ان کا حال اغبیاء اور کج بحثوں کا سا ہے بلکہ ایک درمیانی حد میں سادہ فطرت اور خلقی سلامت روی پر ہوتا ہے جن کی تفہیم کے لیے

Marfat.com

واعظانہ خطابات، سادہ مثالیں، عام فہم لطائف اور عبرت انگیز حکایات ہی کافی ہیں۔ قرآن مجید نے اسی طبقہ کے لیے موعظہ حسنہ کے طرز خطاب کو اختیار کرنے کا امر فرمایا ہے۔

۲۔ انداز بیان صاف اور شستہ:۔ آپؐ سامع کی سہولت، اس کی ذہنی صلاحیت، اس کے فہم و ادراک اور نفسیاتی کیفیت کا پورا خیال رکھتے اور ہر ممکن طریقہ پر بات سمجھانے کی کوشش فرماتے، حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کان رسول اللہ ﷺ اذا تکلّم تکلّم ثلاثاً کئی یفھم عنہ[۱۲۶] حضرت انسؓ سے مروی حدیث میں ہے انہ کان اذا تکلم بکلمتہ اعادھا ثلاثا حتی تفھم عنہ[۱۲۷] اور عائشہؓ فرماتی ہیں آپؐ گفتگو فرماتے تو ٹھہر ٹھہر کر تاکہ بات پوری طرح سامع کے ذہن نشین ہو جائے اور وہ اس کا مکمل مفہوم محفوظ کرے[۱۲۸]۔

۳۔ خاکہ کا استعمال:۔ بعض چیزوں کی وضاحت کرنے کے لیے آپؐ لکیریں کھینچ کر سمجھاتے تھے۔ جنت اور دوزخ کی وضاحت کرتے وقت آپؐ نے زمین پر لکیریں کھینچ کر فرمایا کہ یہ راستہ جنت کو جاتا ہے اور یہ راستہ دوزخ کو جاتا ہے۔ خواہشات انسانی۔ حوادث انسانی اور عمر انسانی کی وضاحت بھی لکیریں کھینچ کر فرمادی۔

۴۔ جامد تصورات کی خصوصیات اور صفات کے ذریعے وضاحت:۔

i. آپؐ جامد تصورات کی وضاحت خصوصیات کی صورت میں فرماتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اس ہدایت اور علم کی مثال جو میں لے کر آیا ہوں ایک موسلا دھار بارش کی طرح ہے جب بارش برستی ہے تو زمین کے اقسام استفادہ کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔

i. زمین کا ایک ایسا خطہ جو عمدہ اور زرخیز ہو وہ پانی جذب کر کے مختلف قسم کی گھاس اور فصل اُگاتا ہے۔

ii. دوسری قسم وہ ہوتی ہے جو میدانی علاقہ ہو، زرخیز تو نہیں لیکن پانی جمع کر کے لوگ اس سے پانی پیتے ہیں، مویشیوں کو سیراب کرتے ہیں اور آب پاشی کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔

Marfat.com

iii. زمین کا ایک تیسرا خطہ ایسا بھی ہوتا ہے جو نہ کچھ اُگا سکتا ہے اور نہ پانی جمع کر سکتا ہے، بارش اس پر برس کر اُتر جاتی ہے اور کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ یہی مثال اُس علم و ہدایت کی بھی ہے جسے میں لے کر آیا ہوں یعنی بعض ایسے ہوتے ہیں کہ خود سیکھ کر دوسروں کی اصلاح میں لگ جاتے ہیں، یہ اعلیٰ استعداد کے مالک ہیں بعض ایسے ہوتے ہیں جو اس سے منہ موڑتے ہیں اور دوسرے سے قبول ہی نہیں کرتے [۱۲۹]۔

باراں کہ درلطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

(سعدیؒ)

ii. آپؐ نے فرمایا:- دلوں کو بھی زنگ لگتا ہے، جس طرح لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے [۱۳۰]۔

iii. آپؐ نے فرمایا:- جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مُشک سے بھری ہوئی کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس مُشک کی تھیلی کی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو [۱۳۱]۔

۵۔ تدریس مختصر مگر جامع:- مختصر سے مختصر الفاظ میں اپنے مدعا کو بیان کرنے کی کوشش کرتے تاکہ سننے والے کے ذہن میں بات اچھی طرح بیٹھ جائے اور اگر آدمی اَزبر کرنا چاہے تو آسانی سے یاد کر سکے۔

خَیرُ الکَلَامِ مَاقَلَّ وَ دَلَّ

بہترین کلام وہ ہے جو مختصر ہو اور مدلل۔

چنانچہ احادیث میں بہت سے آپؐ کے جملے ایسے ملتے ہیں جو الفاظ کے اعتبار سے بہت مختصر ہیں مگر ان میں معانی کا ایک سمندر پنہاں ہے، اصلاح میں اس طرح کے کلمات کو "جوامع الکلم" کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

مثال کے طور پر:-

i. خیر الامور عوازمها، بہترین معاملہ وہ ہے جس کا عزم کر لیا گیا ہو۔

ii. شر العمی عمی القلب، سب سے برا اندھا پن دل کا اندھا پن ہے۔

iii. خیر العلم مانفع، بہترین علم وہ ہے جو نفع بخش ہو۔

iv. الید العلیا خیرٌ من الید السفلی، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

v. شر الندامۃ یوم القیامۃ، قیامت کے روز لاحق ہونے والی پشیمانی سب سے بڑی پشیمانی ہے۔

vi. خیر الغنی غنی النفس، بہترین مالداری دل کی مالداری ہے۔

vii. کُلُّ ماھُو آتٍ قریبٌ، ہر آنے والی چیز قریب ہے [۱۳۲]۔

۶۔ سوالیہ انداز:- قرآن حکیم کی طرح آپؐ نے کوئی انوکھی یا مشکل چیز متعارف کروانا ہوتی تو سوالیہ انداز اختیار فرماتے۔ تم جانتے ہو آج کون سا دن ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ یہ کون سا مقام ہے؟۔ کیا میں آپ کو ایسی بات نہ بتاؤں جو تم کو جہنم سے آزاد کر دے؟ یعنی جذبہ۔ تجسس پیدا کر کے اہمیت کو واضح کر دیا جائے۔ تم جانتے ہو مسلمان کون ہے؟ صحابہؓ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے، فرمایا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں [۱۳۳]۔ کیا تم جانتے ہو مومن کون ہے؟ اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر طور پر جانتے ہیں، فرمایا مومن وہ ہے جس سے اہل ایمان اپنی جانوں اور مالوں کے سلسلہ میں محفوظ رہیں [۱۳۴]۔

۷۔ سوال کرنے کی اجازت دینا مگر کثرتِ سوال سے منع کرنا:- آپؐ نے مجلس میں سوالات کرنے کا ماحول بنایا اور پھر آپؐ نہایت اطمینان سے تسلی بخش، نہایت مختصر مگر جامع جواب دیتے۔

آپؐ سوال کرنے کا کس قدر موقع دیتے اس کا اندازہ اس باہمی گفتگو سے ہوتا ہے جو عمرو بن عبسہ نے آپؐ سے کی تھی:-

Marfat.com

س۔ اسلام کیا ہے؟ (اس کی اخلاقی حیثیت)

ج۔ پاکیزہ گفتار اور بھوکوں کو کھانا کھلانا۔

س۔ ایمان کیا ہے؟

ج۔ صبر اور سخاوت۔

س۔ کیسی ہجرت افضل ہے؟

ج۔ یہ کہ تم ان چیزوں سے بچو جو تمہارے رب کو ناپسند ہے[۱۳۵]۔

۸۔ موقع و محل کے مطابق کلام:- آپؐ جب بھی کلام فرماتے تو موقع محل کے مطابق فرماتے تھے آپؐ جب کسی محفل میں جاتے تھے تو بڑے غور سے باتیں سنتے اور نفسیاتی لمحے کا انتظار فرماتے جب موقع ملتا تو پھر بات کرتے۔

۹۔ متوازن اور موزوں لب و لہجہ:- آنحضرتؐ کے بیان کرنے کا یا تقریر کا لب و لہجہ نہایت موزوں اور متوازن ہوتا آواز نہ زیادہ بلند ہوتی اور نہ زیادہ مدھم بلکہ گفتگو میں میانہ روی اختیار فرماتے تھے۔

اور یہی اصول ہر امر میں زیر نظر رہنا چاہیے۔

وَاقْصِدْ فِی مَشْیِکَ، چال میں میانہ روی اختیار کرو۔ (الایۃ) لقمان : ۱۸

وَاغْضُضْ مِن صَوْتِکَ، آواز کو پست رکھیں۔ (الایۃ) لقمان : ۱۸

خیر الامور اوسطھا، بہترین کام اعتدال کے ہیں (الحدیث)

۱۔ ضروری باتیں قلمبند کرنی چاہئیں:- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا کرتے تھے کہ صحابہؓ میں سے کسی کو بھی مجھ سے زیادہ احادیث یاد نہیں۔ سوائے عبداللہ بن عمرو کے اور یہ اس لیے کہ وہ لکھتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

کئی موقعوں پر حضورؐ نے لکھنے کی تلقین کی ہے۔

Marfat.com

حجتہ الوداع کے موقع کے خطبہ کے بارے میں فرمایا " اکتبوالابی شاہ " (ابو شاہ عینی کے لیے لکھو)[۱۳۶]۔

۱۱۔ علامات و اشارات کا استعمال:۔ آپؐ بعض اوقات اس کی بات کی وضاحت کے لیے علامات و اشارات کا استعمال فرماتے تھے۔ بعض اوقات کوئی موضوع بیان فرماتے وقت آپؐ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں۔ بعض اوقات چہرہ انور سے خفگی کا اظہار فرماتے تھے اور بعض اوقات اشارات استعمال کرتے تھے۔ قیامت کی وضاحت کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ میرے اور قیامت کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ (مجھے اور قیامت کو یوں ساتھ بھیجا گیا) اسی طرح ارشاد فرمایا۔ میں اور یتیم کا کفالت کرنے والا جنت میں یوں اکٹھے ہوں گے۔

اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ کَھَاتَیْنِ (میں اور یتیم کا کفالت کرنے والا یوں ساتھ ہوں گے)

اسی طرح انگلیوں کے اشارہ سے فرمایا کہ جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں ان کی پرورش کرے، تعلیم دے تو وہ شخص جنت میں میرے ساتھ ایسے ہو گا جیسے یہ انگلیاں ہیں۔

آخری حج کے موقعہ پر خطبہ میں آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اللّٰھم اشھد۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

تیسرا مقصد تزکیہ:۔

تیسرا فرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ منصبی میں تزکیہ ہے۔ جس کے معنی ہیں ظاہری و باطنی نجاسات سے پاک کرنا۔ اگرچہ علمی طور پر قرآن و سنت کی تعلیم میں ان سب چیزوں کا بیان آ گیا ہے۔ لیکن تزکیہ کو آپ کا جُداگانہ فرض قرار دے کر اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا، کہ جس طرح محض الفاظ کے سمجھنے سے کوئی فن حاصل نہیں ہوتا۔ اس طرح نظری و علمی طور پر فن حاصل

Marfat.com

ہو جانے سے اس کا استعمال اور کمال حاصل نہیں ہوتا جب تک کسی مُربی کے زیر تربیت اس کی مشق کر کے عادت نہ ڈالے یہی وجہ ہے کہ جس طرح اسلام کی ابتداء ایک کتاب اور ایک رسول سے ہوئی اور ان دونوں کے امتزاج نے ایک صحیح اور اعلیٰ مثالی معاشرہ دنیا میں پیدا کر دیا۔

اصلاح انسان کے لیے صرف تعلیم صحیح بھی کافی نہیں اخلاقی تربیت بھی ضروری ہے:-

تعلیم کا کام در حقیقت سیدھا اور صحیح راستہ دکھلا دینا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ محض راستہ جان لینا تو کافی نہیں جب تک ہمت کر کے قدم نہ اُٹھائے اور راستہ نہ چلے اور ہمت کا نسخہ بجز اہل ہمت کی صحبت اور اطاعت کے اور کچھ نہیں۔ رسول اکرمؐ نے مکی اور مدنی ادوار میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا اہتمام فرمایا۔ تعلیمی مراکز بلاشبہ تربیت گاہیں تھیں۔ ایک دفعہ جو دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا تو وہ پھر اس کمال تربیت کے نتیجے میں عزم و ہمت اور ثبات و استقامت کا پہاڑ بن جاتا۔ تربیت کرتے وقت آپؐ سہولت اور نرمی کو پیش نظر رکھتے قرآن مجید میں آپؐ کے اوصاف میں سے نرمی، رحمدلی اور شفقت ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ (العمران : ۱۵۹)

سو کچھ اللہ کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے۔ سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورہ لے کام میں۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ (التوبہ : ۱۲۸)

Marfat.com

آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا بھاری ہو اس پر جو تم کو تکلیف پہنچے حریص ہے تمہاری بھلائی پر ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے۔

تربیت کے حوالے سے نرمی اور سہولت و خوشدلی کی تاکید فرمائی۔

ارشادِ نبویؐ ہے یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوا

آسانی پیدا کرو اور مشکلات میں مت ڈالو۔ خوشخبری سناؤ نفرت مت دلاؤ [۱۳۷]۔

آپؐ کو جب بھی دو کاموں میں اختیار ہوتا تو آپؐ ہمیشہ آسان کام کو اختیار فرماتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں مَا خُیِّرَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فِی اَمرَینِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ ایسرھما

آنحضرتؐ کا اسوہ تربیت کے حوالے سے بھی ہے۔

شاگردوں پر شفقت اور نرمی:۔

ہم رسول اللہؐ کے طریق تربیت پر جب غور کرتے ہیں تو احادیث سے یہ بات واضح ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے کہ رسول اللہؐ تعلیم و تربیت اور اصلاح و تزکیہ کے سلسلہ میں نہ شدت کی روش اختیار فرماتے تھے اور نہ ہی دوسروں کو اس کی اجازت دیتے تھے۔ آپؐ نے واضح الفاظ میں فرمایا، "اپنے آپ کو اتنے ہی علم کا مکلف بناؤ جس کی طاقت اور سکت تمہارے اندر موجود ہو اس لیے کہ اللہ نہیں اکتاتا مگر تم اکتا جاؤ گے" [۱۳۸]۔ رسول اللہؐ نے ایک بار نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "دین آسان ہے جو شدت کا رویہ اپنائے گا وہ مغلوب ہو جائے گا اس لیے سیدھی اور میانہ روی کی راہ اپناؤ اور بشارت حاصل کرو" [۱۳۹]۔ نبی کریمؐ اس بات کا اہتمام فرماتے کہ اسلامی تعلیمات کو آسان سے آسان تر بنا کر پیش کیا جائے تاکہ صحابہ کرامؓ نہایت خندہ پیشانی سے ان تعلیمات کو اپنا سکیں اور اپنی زندگی میں انہیں عملی جامہ پہنا سکیں۔

Marfat.com

نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا اِنّ اللہ تعالیٰ یُحبّ ان تُؤتٰی مار خصتُہٗ کما یکرہُ ان تؤتیٰ معصیتُہٗ جس طرح اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے اسی طرح یہ اس کے نزدیک پسندیدہ امر ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصت سے فائدہ اٹھایا جائے (الصحوۃ الاسلامیہ) [۱۴۰]۔

آپؐ نے کبھی ایسی بات نہیں فرمائی جس پر خود عمل نہ کیا ہو۔ قرآن مجید میں قول و فعل میں تضاد پر سخت نکیر ہے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الصف: ۲-۳)

اے ایمان والو کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے۔ بڑی بے زاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو۔

بنی اسرائیل کی اس سرشت پر سرزنش کی اور فرمایا اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (البقرہ: ۴۴)

کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو اور تم تو پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں نہیں سوچتے۔

سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں۔ آپؐ نے اگر غریبوں اور مسکینوں کی اعانت کا حکم فرمایا تو پہلے خود اس فرض کو ادا کیا۔ خود بھوکے رہے اور دوسروں کو کھلایا اگر آپؐ نے دشمنوں اور قاتلوں کو معاف کر دینے کی تلقین کی تو پہلے خود اپنے دشمنوں کو معاف کیا۔ کھانے میں زہر دینے والوں سے درگزر کیا۔ ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ جنہوں نے آپؐ پر تیر برسائے اور تلواریں چلائیں۔ مسلح ہو کر بھی کبھی ان پر ہاتھ نہ اٹھایا یہی وجہ ہے لوگ اپنے راہنماؤں کے اقوال سناتے ہیں

Marfat.com

جب کہ مسلمان اپنے پیغمبرؐ کے نہ صرف اقوال پیش کرتے ہیں بلکہ آپؐ کے عملی نمونے بیان کر کے دعوتِ عمل بھی دیتے ہیں[۱۴۱]

جذبات واحساسات کا پاس ولحاظ:۔

انسان کے جذبات واحساسات کو تعمیری رُخ دینے ہی کا نام تربیت ہے۔ نبی کریمؐ اپنے مخاطبین کے مزاج اور نفسیات کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ان کے جذبات کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ اگر آپؐ جذبات میں سرد مہری محسوس فرماتے تو پھر آپؐ حکمت کے ساتھ ان میں حرارت پیدا کرتے۔

خود ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔ اَیُّھَاالنَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ اور فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ اِذَاقِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْافِی سَبِیْلِ اللّٰہِ اثّٰاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ط (التوبہ: ۳۸)۔

جب ابو سفیان نے (ایام جاہلیت میں) حضورؐ کے خلاف اشعار کہے تو آپؐ نے فرمایا مسلمانوں کو کیا ہوا؟ پیغمبر کی حفاظت میں تلوار نکالتے ہیں مگر زبان سے الفاظ نہیں نکالتے۔

اگر آپؐ جذبات میں اشتعال محسوس کرتے تو کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالتے اور نہ عملاً کوئی ایسی روش اختیار کرتے جس سے جذبات بے قابو ہو جائیں۔ بلکہ جذبات واحساسات کی رعایت کر کے انہیں صحیح اور تعمیری رُخ دیتے۔ غزوہ حنین میں مالِ فے کی تقسیم کے وقت اس قسم کا واقعہ پیش آیا۔ اور صلح حدیبیہ کے وقت بھی یہی کچھ پیش آیا تھا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے اشارے پر جان دینے والے اصحاب اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کا حکم پا کر خاموش بیٹھے رہے۔ سرد جذبات کو ابھارنے اور اُمڈتے ہوئے جذبات پر قابو پانا ہر معلّم ومربی کے لیے قابلِ غور اور قابلِ تقلید ہے۔

مناسب مواقع تلاش کرنا اور اُن سے فائدہ اُٹھانا:۔

آنحضورؐ اپنے صحابہؓ کی تربیت کے لیے بہتر مواقع کی تلاش میں رہتے۔ آپؐ کو جب بھی کوئی

Marfat.com

موقع ملتا آپؐ اس کو ضائع نہ ہونے دیتے بلکہ اس سے پورا فائدہ اٹھاتے۔

ایک مُربّی کی یہ بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی مناسب موقع پر نہ چوکے۔ والدین اپنے بچوں، اساتذہ اپنے شاگردوں، امیر اپنے مامورین کی تربیت کے لیے موقع کی تلاش میں رہے اگر کوئی بات ذہن نشین کرانے کے لیے ذرا سا بھی بہانہ مل جائے تو اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ ایک بار ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! قیامت کب آئے گی؟ بظاہر یہ ایک سادہ سا سوال ہے جو کسی کے ذہن میں بھی اٹھ سکتا ہے۔ اور سادہ انداز میں آپؐ کو اس کا جواب دے کر بات کو ختم کر دینا چاہیے تھا۔ مگر آپؐ نے جب یہ دیکھا کہ ایک شخص پر قیامت کی فکر طاری ہے اور اس کے وقوع کے وقت کے بارے میں سوال کر رہا ہے تو آپؐ نے جواب دینے کی بجائے خود سوال کیا۔ تُو نے اُسکے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس سوال کے ذریعہ آپؐ نے اس کی سوچ کے انداز کو ایک مثبت اور صحیح رُخ دیا اور یہ بات اسکے ذہن نشین کرائی کہ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی، اصل مسئلہ یہ ہے کہ قیامت کے لیے ہم نے کیا تیاری کی ہے؟ تفسیر ابن کثیر ج۵، سورۃ شوریٰ آیت ۱۸

اگر قیامت دیر سے بھی آئے مگر کوئی تیاری نہ کی جائے تو بے کار ہے۔ اور اگر تیاری کی گئی ہے تو قیامت چاہے ابھی آجائے۔ ایک قریشی نوجوان نے آنحضرتؐ کے پاس آکر عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ! مجھے زنا کی اجازت دے دیجئیے" صحابہ کرامؓ اس نوجوان کی جسارت پر بپھر گئے مگر آپؐ نے اسے قریب بلایا اور کہا "کیا تم یہ بات اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟

نوجوان نے کہا" میری جان آپؐ پر قربان ہو" خدا کی قسم یہ بات میں پسند نہیں کر سکتا۔ پھر آپؐ نے اس کی بہن، پھوپھی اور خالہ کے بارے میں اس طرح کے سوالات کیئے اور ہر سوال کے بعد اس سے پوچھتے کیا تم اسے پسند کرتے ہو اور پھر ہر بار یہی جواب دیتا اور ہر جواب کے بعد فرماتے لوگ بھی اسے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپؐ نے اس کے لیے دُعا کی۔ اس کے بعد وہ نوجوان اس طرح کی کسی بُرائی کی طرف متوجہ نہیں ہوا [۱۴۲]

Marfat.com

اعتدال پسندی:-

نبی کریمؐ اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں نہایت اعتدال پسندانہ روش اختیار فرماتے اور انتہا پسندی سے اجتناب فرماتے۔ خود بھی اس کا اہتمام کرتے اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس پر آمادہ فرماتے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا "بے شک اللہ کے نزدیک سب سے بہتر عمل وہ ہے جس پر مداومت برتی جائے، چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو" [۱۴۳]۔

عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا هلكَ المتنطِّعون اور تین بار فرمایا۔ امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ "اس سے مُراد وہ لوگ ہیں جو بال کی کھال نکالتے ہیں، انتہا پسندی کا رویہ اپناتے ہیں اور اپنے اقوال و افعال میں حد سے تجاوز کرتے ہیں" [۱۴۴]۔

معلّمین و مربّین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی مرحلہ میں اپنے زیرِ تربیت افراد کو کسی بھی پہلو سے غلو اور انتہا پسندی کی طرف نہ جانے دیں۔ غور و فکر، معاملہ و برتاؤ، قول و قرار، عمل و کارکردگی، دعوت و تبلیغ غرض کہ ہر محاذ پر اعتدال و توازن کا عادی بنائیں۔ اس نقطہ نظر کو نبی کریمؐ اپنے اصحابؓ کی تربیت کے سلسلہ میں ہر وقت ملحوظ رکھتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے لوگوں کو نماز پڑھاتے وقت لمبی قرات کی کسی نے آنحضورؐ سے آکر شکایت کی۔ آپؐ نے تین بار فرمایا "اے معاذ! تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالتے ہو"۔ [۱۴۵] جب زندگی کے کسی پہلو میں غلو کی روش اختیار کی جاتی ہے تو زندگی کے دوسرے پہلو اس سے متاثر ہوتے ہیں اور بہت سے حقوق اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی بھی ہوتی ہے۔ اگر اسراف ہو گا تو لازماً دوسری طرف کسی کی حق تلفی ہو گی۔

اگر عبادت میں حد سے زیادہ شغف ہو گا تو حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی بھی ہو گی۔ غرض نبی کریمؐ نے افراط و تفریط سے اجتناب کر کے راہ اعتدال پر چل کر صحابہؓ کے مزاج کو اعتدال پسند بنا دیا تھا۔

Marfat.com

زجر و توبیخ

اگر ضرورت متقاضی ہو تو اصلاح و تربیت کے لیے زجر و توبیخ اور ترک تعلقات بھی ایمان کی علامت اور اسلام کا منشا ہے۔

نبی کریمؐ حتی الامکان شفقت و نرمی، محبت و دل سوزی، پیار و ہمدردی کے جذبات سے سرشار ہو کر نصیحت فرماتے مگر جب حالات سختی اختیار کرنے کا تقاضا کرتے تو آپؐ سختی سے بھی کام لیتے، کبھی اعراض فرماتے، کبھی چہرے کے تیور بدل لیتے اور کبھی ترکِ سلام و کلام اختیار کر لیتے اور جب معاملہ حدود و تعزیرات کا آتا تو بلا کسی رو رعایت کے اسلامی حدود و تعزیرات بھی نافذ فرماتے، چنانچہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے کوئی انتقام نہیں لیا، ہاں اگر اللہ کے حدود کو پامال کیا جاتا تو آپؐ کا رنگ انار سے زیادہ سرخ ہو جاتا۔

ایک بار ایک حد کے نفاذ کے سلسلہ میں کچھ لوگ آپؐ کے پاس آئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ اس حد کو نافذ نہ کیا جائے تو آپؐ نے نہایت زوردار لہجہ میں ارشاد فرمایا لو انّ فاطمہ بنت محمد سرقَت لَقطَعتُ یَدَھا[۱۴۶] اگر فاطمہؓ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا۔ یہ صحیح ہے کہ غصہ عام حالات میں ایک مذموم فعل ہے مگر بعض حالات میں مربّی و معلم کے لیے اظہار غصہ و ناراضگی ناگزیر ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم میں بھی عورت کی اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے "پہلے نصیحت کریں، پھر بستر الگ کریں اور پھر ان کو ماریں۔ اور ایک بار خود آنحضرتؐ نے ان کی اصلاح کے لیے تقریباً ایک مہینہ تک ان سے ترکِ تعلق اختیار فرمایا۔

آپؐ نے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں بھی مارنے کا حکم دیا ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ بوقت ضرورت آپؐ زجر و توبیخ کو ضروری سمجھتے تھے۔

Marfat.com

آداب المعلّمین

اخلاص نیت:۔

اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور اپنی آخرت کو سنوارنے کی نیت ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ○ (الشوریٰ : ۲۰)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو گا ہم اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو کچھ دنیا دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

ارشاد نبویؐ ہے "جس نے ایسا علم سیکھا جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کی جا سکتی ہے لیکن اس کا مقصد دنیا ہے تو ایسے شخص کو جنت کی ہوا تک نہیں پہنچے گی"[۱۴۷]۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو اس کو دین کے بارے میں متہم سمجھو[۱۴۸]۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اے لوگو جو شخص کسی بات کا علم رکھتا ہو تو اس کو چاہیے کہ بتا دے ...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی کہہ دو کہ میں تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا[۱۴۹] (متفق علیہ)۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ علم کے لیے پہلے حُسنِ نیت پھر فہم پھر عمل پھر حفظ اور اس کے بعد اس کی اشاعت اور ترویج کی ضرورت ہے[۱۵۰]۔

شاگردوں کے ساتھ خیر خواہی:۔

طلبہ / متعلمین کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے، حدیثِ پاک کا مضمون ہے

Marfat.com

"دین سراسر نصیحت و خیر خواہی ہے" ۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ احسان اور خیر خواہی کے ارشادات ملتے ہیں واحسن کما احسن اللہ الیک اور احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے (القصص : ۷۷)۔

حضرت ہودؑ اپنی امت کو کہتے ہیں وَ اَنَا لَکُمۡ نَاصِحٌ اَمِیۡنٌ ؕ

میں تمہارا نہایت مخلص اور دیانتدار خیر خواہ ہوں (اعراف : ۶۸)۔

حضرت صالحؑ اپنی امت کو خطاب کر کے فرماتے ہیں یٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُکُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّیۡ وَ نَصَحۡتُ لَکُمۡ (اعراف : ۷۹)۔

اے میرے لوگو! میں نے تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی۔

حضرت نوحؑ نے بھی یہی فرمایا اُبَلِّغُکُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّیۡ وَ اَنۡصَحُ لَکُمۡ (اعراف : ۶۲)

میں تم کو اپنے رب کا پیام پہنچاتا ہوں اور تمہارا خیر خواہ ہوں۔

حضور انورؐ کو اُمت کا کتنا غم ہوتا ہے۔ آپؐ کا یہ حال تھا کہ جینا بھی دوبھر معلوم ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دی اور فرمایا لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ (شعراء : ۳)

کیا آپؐ اپنی جان کو ہلاک کر دیں گے اس بات پر کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔

شاگردوں پر شفقت اور نرمی:-

ارشادِ باری تعالیٰ ہے فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَہُمۡ وَ لَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ ص (العمران : ۱۵۹)۔

اس آیت قرآنی سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کے اندر جو ایک خاص وصف رفق ولین کا تھا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب تھا، ورنہ اگر آپؐ تعلیم و تربیت میں سخت ہوتے تو صحابہؓ کو احکام

Marfat.com

سیکھنے اور فیوض و برکات کے اخذ کرنے میں دشواری اور دقت ہوتی، نبی کریمؐ کو نرم مزاج بنا کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ سہولت اور یُسر کا ارادہ فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (البقرہ : ۱۸۵)

اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری۔

نیز حضور اقدسؐ نے فرمایا الدین یسر یعنی دین آسان اور سہل ہے

اور ارشاد فرمایا بعثتم مُیسرین وَلَم تبعثُوا معسرِین

تم لوگ آسانی کرنے والے مبعوث ہوئے ہو سختی اور تنگی کے لیے نہیں مبعوث ہوئے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی نے حجتہ اللہ البالغہ میں مستقل ایک باب ہی "باب الیُسر" کے عنوان سے قائم فرمایا ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے حضور اکرمؐ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ لوگ تمہارے تابع ہیں تمہارے پاس دور دراز ملکوں سے علم دین سیکھنے اور سمجھنے کے لیے آئیں گے ان کے بارے میں میری وصیت کے موافق بھلائی سے پیش آنا (رواہ الترمذی)۔

اس حدیث پاک سے صاف معلوم ہوا کہ جو شخص علم طلب کرنے کے لیے آئے اس کے حق میں جناب رسول اللہؐ خیر کی اور حُسنِ معاملہ کی وصیت فرماتے ہیں۔

مغالطہ دینا منع ہے:-

رسول اللہؐ نے علوم میں مغالطہ دینے سے منع فرمایا ہے[۵۱]۔ اگر کسی مقام پر خود معلم کو بھی شبہ ہے مگر شاگردوں پر ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ کچھ گڑبڑ کر دیتے ہیں گویا ان کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ خود ان کو بھی یہ اطمینان نہیں حالانکہ حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے کہ لاعلمی کی صورت میں لاادری کہنا آدھا علم ہے۔

Marfat.com

عقیقہ بن مسلمؓ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی صحبت میں چونتیس (۳۴) ماہ رہا اور برابر دیکھتا رہا کہ اکثر مسئلوں میں "لا ادری" کہہ دیا کرتے تھے [۱۵۲]۔

"محمد ابن کعب قرظی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے بتایا۔ ایک دوسرا شخص جو وہاں موجود تھا، اس نے کہا اے امیرالمومنینؓ! مسئلہ یوں نہیں ہے، حضرت امیرالمومنین نے فرمایا بے شک تم صحیح کہتے ہو مجھ سے غلطی ہو گئی"۔

ایک مرتبہ امیرالمومنین حضرت عمرؓ نے اعلان کیا کہ چالیس اوقیہ سے زیادہ عورت کا مہر نہ باندھا جائے یہ سن کر ایک عورت نے کہا اے امیرالمومنینؓ یہ اختیار آپ کو حاصل نہیں۔ فرمایا کیوں، عورت نے جواب دیا اس لیے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "اگر اپنی کسی بیوی کو ڈھیر سامان دے چکے ہو تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو"۔

امیرالمومنین نے یہ سنتے ہی بلند آواز سے فرمایا عورت نے ٹھیک کہا اور مرد سے غلطی ہو گئی۔

(جامع بیان العلم)۔

جناب رسول اللہؐ سے زیادہ کون عالم ہو گا۔ آپؐ نے بہت سے سوالوں پر "لا ادری" فرمایا اور جب وحی نازل ہوتی تو اُس وقت بتلا دیا [۱۵۳]۔

خود ارشاد حق سبحانہٗ و تقدس ہے وَمَا اُوتِيتُم مِنَ العِلمِ اِلَّا قَلِيلًا۝ بنی (اسرائیل: ۸۵) اور تم کو علم دیا ہے تھوڑا سا۔

ابتداء میں سبق کی مقدار کتنی ہونی چاہیے؟:-

اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہ زرنجریؒ امام عمر بن ابی بکرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ مبتدی کے لیے سبق کی مقدار اتنی ہونی چاہیے کہ جس کو وہ زبانی یاد کر کے آسانی سے دو مرتبہ دہرا سکے اور روزانہ تھوڑا تھوڑا بڑھاتا رہے تاکہ اگر سبق طویل اور کثیر ہو تو بھی یاد کر کے دہرانا آسان رہے لیکن اگر سبق کی مقدار شروع ہی میں زیادہ ہو کہ دس دس مرتبہ میں تو سمجھ میں آوے،

Marfat.com

یاد ہو سکے تو پھر انتہا تک بھی یہی کیفیت رہے گی کہ بہت زیادہ دیر میں سبق سمجھ سکے گا اور یہ عادت بڑی مشکل سے چھوٹ سکے گی۔

اور یہ بھی چاہیئے کہ ابتدا، ایسی چیز سے کرے جس کا سمجھنا آسان ہو۔ امام شرف الدین عقیلیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس سلسلہ میں درست طریقہ وہ ہے جو ہمارے مشائخ کا تھا کہ وہ حضرات اُن کتابوں کو پہلے شروع کرایا کرتے تھے جو مختصر ہوں۔ کیونکہ ان کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہوتا ہے اور یہ بھی چاہیئے کہ طالب علم سبق کو یاد اور خوب تکرار کرنے کے بعد اس کا خلاصہ لکھ لے، یہ بہت نافع ہے [۱۵۴]۔

آداب المتعلّمین

اخلاصِ نیت:۔

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اور اپنی آخرت کو درست کرنے کے لیے علم دین حاصل کرے ایک حدیث قدسی میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، میں صرف اس عمل کو قبول کرتا ہوں جو خالص میرے لیے ہو [۱۵۵]۔

ابوداؤدؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا علم اس لیے حاصل نہ کرو کہ علماء پر فخر کرو، جہلاء سے بحث کرو اور مجلس میں اونچی جگہ بیٹھو [۱۵۶]۔ حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص صرف اس لیے علم حاصل کرنا چاہے کہ وہ علماء کے ساتھ مقابلے اور مباحثے کر سکے یا جاہلوں کے ساتھ جھگڑا کر سکے یا عوام کو اپنی طرف متوجہ کر سکے اللہ تعالیٰ اسے آگ میں ڈالے گا [۱۵۷]۔ چنانچہ اخلاص ایک بنیادی وصف ہے جس کے بغیر کوئی بھی عمل نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا، کوئی کام کتنی ہی خوبصورتی سے کیا جائے اگر اس میں اخلاص کی رُوح کارفرما نہ ہو تو ملمع سازی کی چمک دمک بہت جلد اپنا اثر کھو دیتی ہے۔ بغیر اخلاص و للّٰہیت کے جو کام بھی کیا جاتا ہے

Marfat.com

اگرچہ بظاہر وہ اچھا معلوم ہوتا ہے مگر نتائج کے اعتبار سے مؤثر نہیں ہوتا۔ اگرچہ بظاہر بہت سے معلومات یا ذخائر علمی اُن کے پاس ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ علم کے لیے پہلے حُسن نیت پھر فہم، پھر علم، پھر حفظ اور اس کے بعد اس کی اشاعت اور ترویج کی ضرورت ہے [۱۵۸]۔

ارشاد نبویؐ "حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں [۱۵۹]۔ ایک اور حدیث میں ہے کسی نے پوچھا ایمان کیا چیز ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اخلاص [۱۶۰]۔

اساتذہ کا ادب:۔

اساتذہ کا ادب و احترام اپنے اوپر لازم سمجھے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا علم حاصل کرو اور علم کے لیے متانت اور وقار پیدا کرو جس سے تعلیم حاصل کرو اس سے خاکساری برتو [۱۶۱]۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ بوڑھے مسلمان، علم اور عادل حاکم کی عزت کرنا تعظیمِ خداوندی میں داخل ہے [۱۶۲]۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا انسان پر اپنے استاد کی مدارات واجب ہے اس کی تندی سختی کو برداشت کرے، استاد کوئی اچھی بات بتائے یا کسی بری بات پر تنبیہہ کرے تو اس کی شکر گزاری ضروری ہے۔ جب وہ کوئی نکتہ بتاتے جو تمہیں اگر پہلے سے معلوم ہو جب بھی ظاہر نہ کرو۔

امام ربیعؒ فرماتے ہیں کہ اپنے استاد امام شافعیؒ کی نظر کے سامنے مجھ کو پانی پینے کی جرات نہ ہوتی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کے سامنے میں ورق بھی آہستہ الٹتا تھا کہ اس کی آواز اُن کو سنائی نہ دے۔

Marfat.com

ایک مرتبہ امام احمدؒ کسی مرض کی وجہ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے اثناء گفتگو میں ابراہیم بن طہمانؒ کا ذکر نکل آیا، اُن کا نام سنتے ہی امام احمدؒ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ یہ نازیبا بات ہوگی کہ بڑوں کا نام لیا جائے اور ہم ٹیک لگا کر بیٹھے رہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اس کا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف سکھایا اگر وہ چاہے تو مجھے بیچ دے اور اگر چاہے تو آزاد رکھے۔ ایک شاعر کہتا ہے

رایتُ احق الحقِ حقَ المعلّمِ واوجبہٗ حفظاً علی کل مسلم

میں نے دیکھا سب سے بڑا حق تو معلم کا ہے جس کی رعایت تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے جن سے علم حاصل کرو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ [۱۶۳]۔

استاد کی تعظیم میں کتاب کی تعظیم بھی داخل ہے، لہذا طالب علم کو چاہیئے کہ بغیر وضو کتاب نہ پکڑے۔

امام شمس الائمہ حلوانیؒ سے منقول ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو کچھ علم ہے میں نے تعظیم ہی سے حاصل کیا ہے کیونکہ ایک کاغذ بھی میں نے بغیر طہارت کے نہیں چھوا، شمس الائمہ سرخسیؒ کا قصہ ہے کہ آپ کو اسہال کا مرض ہوگیا اور رات میں آپ تکرار کیا کرتے تھے بار بار بیت الخلاء کی حاجت ہوتی تھی، چنانچہ اس رات سترہ مرتبہ آپ نے وضو کیا کیونکہ آپ کی عادت تھی کہ بغیر وضو تکرار نہیں کیا کرتے تھے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ علم بھی نور ہے اور وضو بھی نور۔ لہذا باوضو پڑھنے سے علم کا نور اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔

واجب تعظیم یہ بھی ہے کہ کتاب کی طرف پاؤں نہ پھیلائے۔ کتب تفاسیر کو بقیہ تمام علوم کی کتابوں کے اوپر رکھے اور قرآن سب کے اوپر اور کتاب کے اوپر دوسری چیز نہ رکھے۔

Marfat.com

امام برہان الدینؒ ایک فقیہہ کا قصہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے استاد کے سامنے کتاب کے اوپر دوات رکھدی تو استاد نے ان کو فرمایا کہ "تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے" یعنی علم سے منتفع نہیں ہو سکتے۔

فخر الاسلام قاضی خانؒ فرماتے ہیں اگر کتاب کے اوپر دوات رکھنے سے استخفاف مقصود نہ تو کوئی حرج نہیں لیکن بچنا پھر بھی اولیٰ ہے[۱۶۴]

طالب علم کا استاد کے پاس خود جانا:-

ارشادِ باری تعالیٰ ہے قَالَ لَهٗ مُوسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ الخ الکھف : ۶۶

حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے کہا کہ کیا میں تمہاری اتباع کروں۔ اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں ان آیتوں میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا قصہ ہے۔ اس سے چند آداب و حقوق ثابت ہوتے ہیں، اول: استاد کی خدمت میں خود شاگرد جایا کرے ان کو تکلیف نہ دے کہ آکر پڑھا دیا کریں۔ دوم: اگر استاد کسی اعتبار سے شاگرد سے رتبہ میں کم بھی ہو تب بھی اس کا اتباع کرے۔ سوم: جس بات کو پوچھنے کو وہ منع کرے نہ پوچھا کرے۔ چہارم: اگر کسی غلطی سے اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو معذرت کرے۔ پنجم: کسی وجہ سے یا مرض سے کسل مند ہونے کے وقت سبق بند کر دے تو پھر بھی خاموش رہے[۱۶۵]

ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں قرآن شریف سناؤں، عرض کیا یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر کہا، حضورؐ نے فرمایا، ہاں تمہارا نام لے کر کہا[۱۶۶]

کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو الدرداءؓ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ

Marfat.com

ایک شخص ان کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث کی وجہ سے آیا ہوں [۱۶۷]۔

سعید بن المسیبؒ جو ایک مشہور تابعی اور محدث ہیں، کہتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر راتوں اور دنوں پیدل چلا ہوں [۱۶۸]۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں علم حاصل کرنے کی خاطر لوگوں کے پاس خود جاتا اگر معلوم ہوتا کہ وہ سو رہے ہیں تو اپنی چادر وہیں چوکھٹ پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا، جب وہ اٹھتے تو کہتے بھئی کہ تم نے کیوں تکلیف کی مجھے بلا لیتے مگر میں کہتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں، اس لیے میں ہی حاضر ہونے کا زیادہ مستحق تھا [۱۶۹]۔

بیٹھنے کے آداب:-

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں ضعفاء مہاجرین کی جماعت میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا اور ایک شخص قرآن شریف پڑھ رہا تھا اتنے میں حضور اقدسؐ تشریف فرما ہوئے اور بالکل ہمارے قریب کھڑے ہو گئے، حضورؐ کے آنے پر قاری چپ ہو گیا، تو آنحضرتؐ نے سلام کیا اور پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے، ہم نے عرض کیا کلام اللہ سن رہے تھے، حضورؐ نے فرمایا کہ تمام تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان میں ٹھہرنے کا حکم کیا گیا۔ اس کے بعد حضورؐ سب کے برابر اس طرح بیٹھ گئے تاکہ کسی کے قریب یا کسی سے دور نہ ہو، اس کے بعد سب کو حلقہ کر کے بیٹھنے کا حکم فرمایا [۱۷۰]۔

ایک اور حدیث پاک میں حضرت ابو واقدؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کے ارد گرد بھی لوگ بیٹھے ہوتے تھے اسی اثناء میں تین شخص آ گئے، ان تینوں میں سے ایک نے حلقہ۔ درس میں کچھ گنجائش پائی اور بیٹھ گیا اور دوسرا پیچھے بیٹھ گیا جبکہ تیسرا واپس چلا گیا جب رسول اللہؐ فارغ ہوتے تو فرمایا کیا میں تمہیں ان تینوں کے متعلق کچھ نہ بتاؤں، ان میں سے

Marfat.com

ایک (پہلے) نے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، اللہ تعالیٰ نے بھی اسے ٹھکانہ دیا، دوسرے نے حیا سے کام لیا، اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے ساتھ وہی حیا کا سلوک کیا، باقی رہا تیسرا اُس نے چونکہ منہ موڑا اور پیچھے بیٹھنا مناسب نہیں سمجھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض کیا [۵۱]۔

بُری باتوں سے اجتناب:-

گناہوں کی کثرت سے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے۔ دل کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جس قدر وہ دھندلا ہوگا۔ معرفت کا انعکاس اس میں کم ہوگا اور جس قدر صاف اور شفاف ہوگا۔ اسی قدر اس میں معرفت کا انعکاس واضح ہوگا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام وکیعؒ سے حافظہ کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا بیٹے گناہ چھوڑ دو۔ اس لیے کہ علم ایک خدائی روشنی ہے اور یہ روشنی معصیت میں مبتلا لوگوں کو نہیں ملتی۔

حدیث میں ہے، دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے۔
(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

ایک روایت میں ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے قلب میں پڑ جاتا ہے، اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہو جاتا ہے اور اگر دوسرا گناہ کر لیتا ہے تو دوسرا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح سے اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے تو شدہ شدہ ان نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے پھر اس قلب میں خیر کی رغبت ہی نہیں رہتی بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہو جاتا ہے [۵۲]۔

اسی طرح قرآن پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْن (المطففین: ۱۴) (بے شک ان کے قلوب پر زنگ جما دیا ان کی بداعمالیوں نے) [۵۳]۔

Marfat.com

"تعلیم المتعلم" میں ایک حدیث نقل کی ہے جو شخص زمانہ۔ طالب علمی گناہوں سے احتیاط نہیں کرتا خداوند تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مبتلا کرتے ہیں یا تو وہ عین جوانی میں مرجاتا ہے یا پھر باوجود فضل وکمال کے ایسی جگہوں میں مارا مارا پھرتا ہے جہاں اس کا علم ضائع ہو جاتا ہے اور علم کی اشاعت نہیں کر پاتا یا کسی بادشاہ یا رئیس کی خدمت میں ذلتیں برداشت کرتا ہے [۱۷۴]۔

علم حاصل کرنے میں محنت کرنا:-

قرآن پاک میں ارشاد ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت : ۶۹)

جن لوگوں نے ہمارے لیے جدوجہد کی تو ضرور ہم ان کو سیدھی راہ دکھلائیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (مریم : ۱۲)

(اے یحییٰ (علیہ السلام) کتاب کو نہایت قوت کے ساتھ لے۔

امام ابو حنیفہؒ نے ابو یوسفؒ سے فرمایا کہ تم بہت کند ذہن تھے مگر تمہاری کوشش اور مداومت نے تمہیں آگے بڑھایا [۱۷۵]۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (الملک : ۲)

تاکہ وہ تم آزمائے کہ تم سے خوبصورت عمل کرنا والا کون ہے۔

احسن عمل کرنے والا ارشاد فرمایا۔ اکثر عمل کرنا والا نہیں فرمایا۔

حضور پاکؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ اونچے امور کو پسند فرماتے ہیں [۱۷۶]۔ تو اصل محنت اور بلند ہمتی ہے۔ اگر کسی کے پاس ہمت تو بلند ہو مگر محنت نہیں کرتا یا محنت تو کرتا ہو مگر پست حوصلہ ہو تو ایسا شخص بہت کم علم حاصل کر سکے گا۔

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ سستی، علم کی فضیلتوں اور مناقب میں قلت کاہلی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے لہذا طالب علم کو چاہیئے کہ علم کے فضائل کو سوچ سوچ کر اور ان کا استحضار کر کے نفس کو تحصیل علم کے بارے میں محنت و مشقت اور مداومت پر اُبھارے۔ اس لیے مثل مشہور ہے کہ "جو کوئی کسی چیز کو محنت سے طلب کرتا ہے تو پا ہی لیتا ہے اور جو دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے وہ داخل ہو ہی جاتا ہے"۔

تعلیم و تعلّم کے سلسلہ میں تین قسم کے لوگوں کو اپنی اپنی شان کے مطابق محنت کی بہت ضرورت ہے۔ طالب علم کو، استاد کو اور طالب علم کے سرپرست کو۔ طالب علم کو راتوں کو جاگنا بھی ضروری ہے، شروع اور آخر شب میں بھی درس و تکرار پر مواظبت کرے کیونکہ مغرب و عشاء کا وقت اور آخری حصہ شب کا مبارک وقت ہے[177]۔

تکرار:-

استاد سے خوب کوشش اور پوچھ پوچھ کر سبق سمجھے، نیز غور و فکر اور تکرار کر کر کے بھی سبق کو اچھی طرح سمجھ لے کیونکہ اگر سبق تھوڑا ہو اور تکرار و تامل زیادہ ہو تو سمجھ میں آتا ہے اور یاد بھی رہتا ہے[178]۔ طالب علم کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آپس میں تکرار و مناظرہ کرتے رہیں، ایک دوسرے سے علمی سوالات (حدود میں رہ کر) کرتے رہیں اور شور و شغب اور غیظ و غضب سے اس سلسلہ میں بچیں کیونکہ بحث و تکرار کی حیثیت تو آپس میں مشورہ کی سی ہے اور مشورہ طلب ثواب کے لیے ہوتا ہے اور یہ جب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب غور و فکر اور انصاف و وقار سے ہو۔ شور و شغب سے یہ چیز نہیں حاصل ہو سکتی اگر مناظرہ سے مقصد ساتھی اور مقابل کو محض الزام دینا اور چپ کرنا ہو پھر تو مناظرہ جائز بھی نہیں[179]۔ مذاکرہ / مناظرہ میں تکرار کے ساتھ ساتھ زیادتی علم بھی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ایک ساعت کی سوال بازی اور مناظرہ ایک مہینہ کے تکرار سے بہتر ہے یہ تب ہے جب کسی سلیم الطبع کے ساتھ کرے[180]۔

Marfat.com

طالب علم میں ثابت قدمی:-

ارشادِ باری تعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ○ (الاحقاف : ۱۳)

بے شک جن لوگوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے، پھر اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

خود آنحضرتؐ کو خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا فَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ (ھود : ۱۱۲)

جو آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر ثابت قدم رہئیے۔

ایک صحابی نے حضور اقدسؐ کی خدمت میں عرض کی مجھے نصیحت فرما دیجئیے، آپؐ نے فرمایا قُلۡ اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسۡتَقِمۡ فرما دیجئیے میں اللہ پر ایمان لے آیا پھر اس پر ثابت قدم رہے۔

جہاں تک ہو سکے طالب علم کو چاہئیے کہ دنیوی تعلقات کو کم کرے۔ طالب علمی کے دوران مصیبت اور مشقت اگر پیش آئے تو اس کو برداشت کرنا بھی ضروری ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا لَقَدۡ لَقِیۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا (الکھف : ۶۲) (ہم نے پائی اپنے اس سفر میں تکلیف) اور یہ بات اس وجہ سے فرمائی کہ معلوم ہو جائے کہ سفرِ علم تعب و مشقت سے خالی نہیں ہوتا۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ "اگر تم کسی چیز کی طلب میں لگو تو پھر اس میں پوری طرح لگو" [۱۸۱] طالب علم کو چاہئیے کہ علم کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو۔ حدیث نبویؐ ہے مِنۡ حُسۡنِ اِسۡلَامِ الۡمَرۡءِ تَرۡکُہٗ مَا لَا یَعۡنِیۡہِ۔

امام محمد بن الحسن فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا یہ علم مہد سے لحد تک کے لیے ہے جو اس پر تیار ہو وہ اس کو شروع کرے اور جس کا ارادہ کبھی بھی چھوڑنے کا ہو تو ابھی سے چھوڑ دے [۱۸۲]۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا علم سے مومن کو کبھی سیری نہیں ہوتی یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جائے [۱۸۳]۔

Marfat.com

ضبطِ تحریر میں لانا:-

قرآن کریم کی پہلی وحی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِقْرَاء ------ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (العلق : ۱۔۵) گویا پڑھنے اور لکھنے کی تاکید پہلی وحی میں کی گئی ہے۔

طالبِ علم کو ہر وقت استفادہ کرتے رہنا چاہیئے اور استفادہ کا طریقہ یہ ہے کہ قلم، دوات ہر وقت ساتھ رکھے تاکہ جس کسی وقت بھی کوئی فائدہ کی بات سُنے اس کو لکھ لے، مثل مشہور ہے کہ "حفظ کیا ہوا تو بھول جاتا ہے مگر لکھا ہوا باقی رہتا ہے"۔

حضرت ہلال بن یسارؓ نے بیان کیا کہ میں نے حضور اقدسؐ کو دیکھا کہ آپؐ صحابہؓ سے کچھ علم و حکمت کی باتیں فرما رہے ہیں تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ان باتوں کو میرے لیے دوبارہ فرما دیجیئے، حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے پاس قلم دوات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں! حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ اے ہلال! قلم دوات ہر وقت ساتھ رکھا کرو، کہ ایسے لوگوں میں اور قلم دوات میں قیامت تک خیر ہے [۱۸۴]۔

حدیثِ نبویؐ ہے کہ قیامت کے دن روشنائی کا وزن شہداء کے خون سے زیادہ بھاری ہوگا [۱۸۵]۔

رسول اللہؐ نے صحابہؓ میں فن کتابت کو عام کرنے کے لیے خصوصی اہتمام فرمایا، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہؐ نے انہیں صُفّہ میں لوگوں کو لکھنے سکھانے اور قرآن پڑھانے پر مامور فرمایا تھا [۱۸۶]۔

حضرت عبداللہ ابن سعید ابن العاصؓ کو بھی (جو فن کتابت میں ماہر تھے) آنحضرتؐ نے حکم دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا سکھائیں [۱۸۷]۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ سے جو سُنتا تھا اُسے لکھ لیا کرتا تھا اس ارادے سے کہ اسے یاد کرلوں گا[۱۸۸]۔

لکھائی / تحریر:-

لکھائی بہت عمدہ طریقہ سے کرے، بہت باریک اور گھچ مچ کتابت نہ کرے اور بلا ضرورت حاشیہ کی جگہ نہ بھردے۔

امام ابو حنیفہؒ نے ایک طالب علم کو دیکھا کہ بہت باریک اور گنجان لکھائی کررہا ہے تو اس سے فرمایا کہ ایسا کیوں کررہے ہو، اگر زندگی طویل ہوئی تو پچھتاؤ گے اور اگر مرگئے تو دوسرے لوگ بُرا کہیں گے۔

امام مجدالدین سرخکیؒ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جب بھی باریک خطی، اختصار سے کام لیا اور لکھے ہوئے اصل سے مقابلہ نہیں کیا، جب بھی ایسا کیا ندامت ہی اُٹھائی۔

روشنائی:-

کتابت میں سرخ روشنائی بھی نہیں استعمال کرنی چاہیئے کیونکہ سلف کا یہ طریقہ نہیں اور بعض مشائخ نے تو سرخ روشنائی کے استعمال کو مکروہ جانا ہے۔

تعظیم علم میں ہی، رفقاء درس اور جس سے پوچھتے اور سیکھتے رہتے ہو ان کی تعظیم بھی داخل ہے، چاپلوسی مذموم ہے لیکن استاد اور ساتھیوں کی چاپلوسی کرنا چاہیئے تاکہ ان سے استفادہ کرسکے[۱۸۹]۔

Marfat.com

اسلام کے نظام تربیت کا مقصد

اسلام کے نظامِ تربیت کا مقصد "اچھا انسان" (انسانِ صالح) تیار کرنا ہے وہ انسان جو مکمل انسان ہو، جس میں انسانیت کے سارے پنہاں جواہر نمایاں ہو گئے ہوں اور جو صرف جغرافیائی حدود میں محدود ایک وطن کا اچھا شہری نہ ہو بلکہ وہ پوری روئے زمین کا اچھا شہری، بہترین باشندہ اور "انسان" ہو

نظامِ تربیت کا سرچشمہ اور منبع:-

خالق کائنات کی جانب رجوع ہی نظریہ۔ اسلامی کا محور ہے اور یہی اسلام کے نظامِ تربیت کا سرچشمہ اور منبع ہے اور اسی منبع سے تمام قوانین، ضابطے اور ہدایتیں سامنے آتی ہیں، جن کی اساس پر انسانی زندگی مستقیم خطوط پر استوار ہوتی ہے۔ اسلام انسان کا رُخ اس کے خالق کی جانب کر دیتا ہے اور انسان کو یہ بتا دیتا ہے کہ صرف اللہ سبحانہٗ و تقدس ہی ہے جو ہر ایک قوت اور طاقت کا مالک ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○ (الذریت : ۵۸)

اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا زور آور مضبوط

اور

بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (یٰسین : ۸۳)

اسی کے ہاتھ میں ہر شے کا اقتدار ہے۔

جب اُسے یہ بصیرت حاصل ہو جاتی ہے جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا ہے کی جانب سے ہوتا ہے تو وہ ہر معاملے میں اسی کی جانب متوجہ رہتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط (الطلاق : ۳)

اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اس کو کافی ہے

Marfat.com

اسلام کے نظامِ تربیت کی خصوصیات

اسلام دینِ فطرت ہے اور تمام انسانی زندگی کو محیط اور اس کی فطرت کے تمام پہلوؤں پر چھاتے ہوتے ہیں۔ انسانی وجود کا کوئی پہلو اور کوئی گوشہ اس کے دائرہ سے خارج نہیں ہے۔ دراصل یہ اسلام کی جامعیت اور ہمہ گیری اس بات کی مظہر ہے کہ یہ نظام خالقِ کائنات کی جانب سے ہے۔

اسلام فطرتِ انسانی کو مہذب اور شائستہ بناتا ہے۔
اور اسے فکری، عملی اور روحانی غذا فراہم کرتا ہے۔

اگر ایک طرف اسلام انسان کے جسمانی محسوسات اور مادی ضرورتوں کو نہ صرف مد نظر رکھتا ہے بلکہ ان احساسات کے ظہور کے مواقع فراہم کرتا ہے اور ان ضرورتوں کی تکمیل کے اسباب مہیا کرتا ہے تو دوسری طرف انسان کے روحانی وجود کی قوتوں اور ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے انسان کے عقیدے کی ضروریات کو پورا کرتا اور اس کے سامنے اعلیٰ مثالیں اور رفعتوں کی بلند ترین منزلیں متعین کرتا ہے۔

غرض اسلام انسان کی فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے کیونکہ اسلام کی نظر میں انسانی وجود جو جسم، روح اور عقل کا مجموعہ ہے اور ایک ایسا مرکب ہے جسکے اجزاء نہیں ہو سکتے۔

اسلام کی نظر میں انسان صرف ایسے جسمانی وجود ہی کا نام ہے جس کا روح اور عقل سے کوئی تعلق نہ ہو۔ نہ یہ جسم اور عقل سے بے نیاز محض روح ہے۔ اور جسم و روح سے بے گانہ محض عقل ہے۔ بلکہ انسان ایک ایسا مرکب وجود ہے جس کے اجزاء باہم پیوست ہیں۔ اسلام کا نظام تربیت شب و روز کا دائمی اور مسلسل عمل ہے جو انسان کے ہر عمل اور روش میں راہنمائی کرتا ہے۔

Marfat.com

ذرائع تربیّت

شخصیت کا نمونہ بطور تربیّت:-

ارشادِ باری تعالیٰ ج ہے۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃ (الاحزاب : ۲۱) "در حقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے"۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جب آپؐ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آپؐ کا اخلاق قرآن تھا۔ خود قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم : ۴) "آپ اخلاق کی بلندیوں پر ہیں"۔ اور فرمایا فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِہٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (یونس : ۱۶)۔

یقیناً آپ کے اندر زندگی کا اچھا خاصہ حصّہ گزار چکا ہوں۔ آپ عقل سے کام نہیں لیتے انسانیت کی تمام طویل تاریخ میں آپؐ کی ذات اقدس سب سے بڑا عملی نمونہ اور مثالی پیکر تھی آپؐ نے قول سے پہلے اپنے عمل سے انسانوں کو ہدایت و تربیت دی۔

تربیت بذریعہ نصیحت:-

انسانی نفس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ کلام کا اثر قبول کرتا ہے مگر چونکہ اس کا اثر وقتی ہوتا ہے اس لیے اس میں تکرار لازمی ہے۔ پُر تاثیر نصیحت نفس انسانی پر براہِ راست اثرانداز ہوتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (الذاریات : ۵۵)

بہرحال تربیّت کے لیے نصیحت ایک لازمی اور ضروری عمل ہے۔ اس لیے کہ نفس میں ایسے فطری میلانات موجود ہوتے ہیں جن کو مسلسل تہذیب اور راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لیے نصیحت ناگزیر ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کے لیے تنہا مثالی نمونہ کافی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جابجا نصیحتیں اور وعظ موجود ہیں۔

Marfat.com

تربیت بذریعہ ترغیب و ترہیب:-

اسلام نے جس طرح مثالی نمونہ، موعظت و نصیحت کا ذکر کیا ہے اسی طرح ترغیب و ترہیب کے وسائل کو بھی اختیار کیا ہے۔ چنانچہ کہیں عدم رضائے الٰہی سے ڈرایا ہے۔ اگرچہ بہت ہلکی سے تہدید ہے۔ مگر مومنین کے لیے اس کی تاثیر بہت زیادہ گہری ہے۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (الحدید: ۱۶)

کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں۔

اور کبھی قرآن کریم نے واضح الفاظ میں خُدا کے غضب سے ڈرایا ہے۔ جیسا کہ واقعہ افک کے ضمن میں فرمایا گیا ہے۔

یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (النور: ۱۷)

اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔

قرآن کریم کبھی اللہ اور رسولؐ سے جنگ کی دھمکی دیتا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (البقرہ: ۲۷۹) اگر تم نے ایسا نہ کیا (سود لینا دینا نہیں چھوڑا) تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔

کبھی قرآن کریم سزائے آخرت کا خوف دلاتا ہے اور کبھی دنیا کی سزا سے بھی ڈراتا ہے۔

اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ (التوبہ: ۳۹) (جہاد کے لیے) اگر نہ نکلے تو اللہ تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا۔

Marfat.com

لوگوں کی طبیعتوں اور مزاج کے مد نظر سرزنش کے یہ مراحل بیان ہوتے ہیں۔ کیونکہ بعض اشارہ ہی سمجھ جاتے ہیں اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جب ان کو واضح اور کھلے الفاظ میں جھڑک دیا جاتے تو باز آجاتے ہیں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں مستقبل کی سزا سے ڈرا دینا کافی ہوتا ہے۔

سزا بطور ذریعہ تربیّت:-

کچھ لوگ اس وقت باز آتے ہیں جب وہ اپنے جسم پر سزا کا کوڑا برستا ہوا محسوس کرتے ہیں۔ اور سزا کا ذائقہ عملاً چکھ لیتے ہیں۔ اگر معاشرے کے بعض افراد پر نہ تو مثالی نمونہ اثرانداز ہوتا ہو اور نہ وہ وعظ سے درست ہوتے ہوں تو اُن کے لیے ایک قطعی اور حتمی علاج "سزا" ضروری ہو جاتی ہے۔ تاکہ یہ لوگ اپنی اصلاح کرسکیں اور معاشرے کے کارآمد افراد بن سکیں۔

یقیناً ایسا نہیں کہ تربیت کرنے والا آغاز ہی سزا سے کر دے بلکہ پہلے وہ عملی نمونے سے پھر وعظ و نصیحت سے اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ بعدازاں عمل خیر کی دعوت دیتا ہے اور بگاڑ و فساد پر ایک مناسب وقت تک صبر کرتا ہے۔ مگر کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی ان تمام ذرائع سے اصلاح نہیں ہوتی اور ان کی کجی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جس قدر ان کو وعظ و نصیحت کی جاتی ہے اتنا ہی ان کا انحراف بڑھتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو نظرانداز کر دینا خلاف حکمت و مصلحت ہے۔ یہ لوگ بلاشبہ مریض ہیں اور ان کا علاج بھی ضرور ہونا چاہیئے۔

قصص کے ذریعے تربیت:-

قرآن کریم نے انسان کی اس فطرت کو جانتے ہوتے کہ وہ طبعاً قصص کی جانب مائل ہوتا ہے۔ اور ان سے متاثر ہوتا ہے قصص کو ذریعہ۔ تربیت اختیار کیا ہے۔ اور قصص کی تمام قسمیں اختیار کی ہیں۔ چنانچہ وہ تاریخی قصص بھی بیان کیے ہیں جنکے مقام، اشخاص اور واقعات مقصود ہیں۔ وہ قصص بھی جو محض انسان کی حالت کا ایک نمونہ ہیں۔

Marfat.com

اور وہ تمثیلی واقعات و قصص بھی بیان کیے ہیں جن سے مثال دینا مقصود ہے ہاں یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کریم میں جو قصص بھی بیان ہوتے ہیں وہ دینی مقاصد کے تحت بیان ہوتے ہیں اس لیے کہ قرآن کریم کتاب ہدایت اور ضابطہِ حیات ہے۔ قصوں کہانیوں کی کتاب نہیں۔ بہر حال اسلام قصص و واقعات سے تربیت کا مقصد حاصل کرتا ہے۔

تربیت بذریعہ عادت:۔

اسلام عادت کو تربیت کے ایک ذریعہ کے طور پر کام میں لاتا ہے اور خیر کے کاموں کو انسان کی عادت بنا دیتا ہے تاکہ اس کی انجام دہی میں نفس کو صعوبت، مشقت اور تکلیف نہ ہو، لیکن ساتھ ہی اس کا بھی سدباب کرنا ہے کہ عادت محض مشینی اور غیر شعوری حرکت بن کر نہ رہ جائے۔ اسلام نے برائیوں کے استحصال کے تدریجی طریقہ اختیار کیا اور اسلامی معاشرے کی تکمیل کے مرحلے پر جا کر حرام اور ممنوع قرار دیا۔ مثلاً قرآن کریم نے سب سے پہلے شراب کے بارے میں فرمایا:۔

۱۔ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا (النمل: ۶۷)

جسے تم نشہ آور بھی بنالیتے ہو اور پاک رزق بھی۔

باریک سا اشارہ ملا اور بعض ارباب دانش نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ آئندہ اللہ تعالیٰ شراب کو حرام فرمانے والا ہے۔ اس ارشاد سے منشا یہ تھا کہ نفس میں اس کی الفت کم ہو جائے اور عادت کی تبدیلی کی جانب مائل ہو جائے۔

۲۔ پھر فرمایا اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرہ: ۲۱۹)

ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ یہ دراصل شراب کے استعمال کی ممانعت تھی۔

Marfat.com

۳۔ بعد ازاں مسلمانوں کو نصیحت فرمائی گئی کہ اوقات نماز میں نشہ سے پرہیز کریں۔

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى (انساء: ۴۳)

جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔

۴۔ اور بالآخر تحریم خمر کا حتمی اور قطعی فیصلہ کر دیا بلکہ ایک حدیث کے مطابق شراب کے برتن کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ (المائدہ: ۹۰)

گندے شیطانی کام ہیں اس سے اجتناب کرو۔

زنا کے ممنوع قرار دینے کے لیے بھی تدریجی اختیار کیا گیا۔

سود کی حرمت کا اعلان سن ۱۰ھ میں اس وقت ہوا جب مسلم معاشرہ مکمل نشوونما پا چکا اور اجتماعی تربیت کی تکمیل ہو گئی۔

عادات صالح کی نشوونما:۔

اسلام نے بنی نوع انسان میں عادات صالح کو نشوونما دینے کے لیے بھی کئی مرحلے وار طریقے اختیار کیے مثلاً نماز تو اللہ سے تعلق و ربط کی ایک خواہش اور اس سی دعا اور طلب کی ایک انفرادی سعی ہے۔ لیکن اسلام نے نماز کے اوقات منضبط کر کے اور جماعت کے فضائل بیان کر کے اسے ایک اجتماعی عمل کی صورت دے دی۔ اسی طرح جب زکوٰۃ ایک نظام کی صورت میں سامنے آتی ہے اور اس کی ادائیگی کے اوقات کا تعین، اس کی شرح نصاب اور اس کی وصولی کا طریقہ متعین ہو جاتا ہے تو یہ ایک ایسا اجتماعی عمل بن جاتا ہے جو ریاست کی اور معاشرے کی اساس قرار پاتا ہے۔

Marfat.com

غرض اسلام نے ایک ایسا معاشرہ پیدا کر دیا تھا جس میں اس کے اصول و نظریات عملاً کارفرما تھے اور اسلامی فضائل واقعتاً جلوہ گر تھے جس کے نتیجے میں ہر عادت ایک انفرادی عمل اور اجتماعی ارتباط بن گئی تھی اور اسے اس طرح دوام وبقا حاصل ہو گیا تھا اور اس طرح ایک مضبوط، محکم اور پیوست بنیادوں والا نظام استوار ہو گیا تھا۔

دیگر نفسیاتی عادتوں، مثلاً صدق گوئی، ایمانداری، محبت و نرمی اور ایثار و قربانی کے لیے بھی اسلام اوّلاً وجدان ہی کو اُبھارتا اور پھر اس کے مطابق رغبتِ عمل پیدا کرتا اور اس رغبت کو ایک واقعی اور عملی صورت میں اُجاگر کر دیتا جس سے فرد کے ظاہر و باطن میں یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے اور خیر اپنی علامتوں کے ساتھ واضح ہو کر سامنے آ جاتی۔

مسلمان مفکرینِ تعلیم

۱۔ امام محمد الغزالیؒ:۔

امام محمد الغزالیؒ کا نام دنیائے علم میں بڑا روشن ہے۔ ان کا تعلق ایران کے علاقے طوس سے تھا۔ انہوں نے علم اور تعلّم کا مختلف انداز سے تجزیہ کیا ہے۔ ان کے نزدیک تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ انسانی کردار کی نشوونما اسلامی خطوط پر ہو اور اس کی مدد سے انسان کو آخرت کی تیاری میں مدد ملے۔ چنانچہ امام غزالیؒ نے تدریس کو بھی اسی زاویہ۔ نگاہ سے دیکھا ہے۔

۲۔ ابن طفیلؒ:۔

ابن طفیلؒ کے نزدیک انسان کی فطری صلاحیتوں کو ظاہر کرنے کے لیے چیلنج کی ضرورت ہوتی ہے وہ فطری ماحول میں رہتے ہوئے ارتقائی انداز میں طالب علم کو تعلیم دینے کے حق میں تھے۔ ابن طفیلؒ کے نزدیک حصول سعادت وعلم کے لیے ضروری ہے کہ انسان خدا کی ہستی کے بارے میں سوچ وبچار کرے۔ ذات کے بارے میں نہیں بلکہ قدرتوں اور صفات کے بارے میں۔

Marfat.com

۳۔ ابنِ خلدونؒ:۔

تدریس کی حکمتِ عملی کے ضمن میں ابن خلدونؒ کا نام بہت معروف اور مستند ہے، ان کے نزدیک تدریس کو مؤثر اور مفید ہونا چاہیے۔ ان کے نزدیک تدریس کے تین اہم مراحل ہیں:۔

(الف) اجمالی مرحلہ -- اس مرحلے میں طالب علم کو مطالعاتی یا تدریسی مواد کی موٹی موٹی اور اہم باتوں کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ تفصیل میں جانے سے گریز کرنا چاہیے۔

(ب) تفصیل کا مرحلہ -- اس مرحلے میں زیر بحث موضوع کی تفصیلات پر مختلف پہلوؤں سے بحث کی جاتی ہے اور ہر چیز کا تفصیلی اور تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے۔

(ج) آخری مرحلہ -- اس مرحلے میں زیر بحث موضوع پر ایک اور تنقید اس لحاظ سے ڈالی جاتی ہے کہ اس کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہ جائے جس پر بات چیت نہ ہو گئی ہو۔

۴۔ شاہ ولی اللہؒ:۔

شاہ ولی اللہؒ برصغیر کی ایک نہایت اہم اور معتبر شخصیت ہیں، انہوں نے مسلمانوں کے لیے بیش بہا تعلیمی وسیاسی خدمات سرانجام دیں۔ ان کے نزدیک تدریس کے دوران استاد کو طالب علم کی ہمہ جہت اور متوازن نشوونما کا خیال رکھنا چاہیے۔ وہ ہر بات میں نفاست اور لطافت کو تلاش کرتے تھے۔ وہ تدریس میں بھی طالب علم میں اس خصوصیت کو پروان چڑھانے کے حق میں ہیں، وہ تدریسی حکمتِ عملی کے حوالے سے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ استاد مشکل تصورات کی تشریح طلبہ کے سامنے اور مختلف مثالوں کی مدد سے پڑھائے۔ اس مقصد کے لیے وہ انتہائی سادہ اور عام فہم زبان استعمال کرنے کے حق میں ہیں۔

۵۔ علامہ محمد اقبالؒ:۔

علامہ محمد اقبالؒ عہد حاضر کے مشہور فلسفی اور شاعر کے طور پر ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی اور تعلیمی رہنمائی میں کئی خدمات سرانجام دیں۔ ان کے

Marfat.com

فرمودات کا خلاصہ یہ ہے کہ طالب علم میں خودی بیدار اور مستحکم ہو۔ وہ طالبِ علم کو سُست اور کاہل نہیں دیکھنا چاہتے بلکہ ان کے مطابق اُستاد کو چاہیئے کہ وہ اپنی تدریس کے ذریعے نئی نسل میں ایک جستجو، تڑپ اور امنگ بیدار کرے۔

قدیم اور جدید مفکرینِ تعلیم کی آرار

۱۔ سقراط: "تعلیم" سچائی کی تلاش میں مدد دینے کا نام ہے۔

۲۔ ارسطو: "تعلیم" بچے کی یادداشت، عادات اور خیالات کے ساتھ ساتھ اس کی عقلی اور اخلاقی نشوونما کا عمل ہے۔

۳۔ افلاطون: "تعلیم" معاشرے کی متوازن تنظیم کا عمل ہے۔

۴۔ پستانوری: "تعلیم" انسان کی پوشیدہ قوتوں کی قدرتی، مربوط اور تدریجی نشوونما کا نام ہے۔

۵۔ بوڈ: "تعلیم" بالیدگی کا عمل ہے۔ یعنی تعلیم سے انسان کی قوتوں اور صلاحیتوں میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

۶۔ روسو: "تعلیم" فطری ماحول میں فرد کی انفرادیت کی نشوونما کا منبع ہے۔

۷۔ جان ڈیوی: "تعلیم" تجربہ کی اس تعمیر نو کا نام ہے جس سے اس کے معنی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جس کی بدولت بعد میں پیش آنے والے تجربے کا رُخ متعین کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

۸۔ فروبل: "تعلیم" زندگی کو خوشگوار بنانے کا ایک ذریعہ ہے اور زندگی کے صحیح اصولوں سے واقفیت کا نام ہے۔

۹۔ جان لاک: "تعلیم" سے صحت مند جسم اور صحت مند ذہن تیار ہوتے ہیں۔

۱۰۔ برٹرنڈرسل: "تعلیم" مسائل زندگی کو حل کرنے کی کنجی ہے۔

Marfat.com

مصادر و مراجع

کُتب تفاسیر:-

تفسیر ابن کثیر۔

تفسیر روح المعانی۔

تفسیر مظہری۔

تفسیر معارف القران (مفتی محمد شفیع صاحبؒ)۔

تفسیر عثمانی۔

تفسیر عزیزی۔

تفسیر قرطبی۔

کُتب احادیث:-

صحیح بخاری۔

صحیح مسلم۔

جامع ترمذی۔

سنن نسائی۔

ابن ماجہ۔

ابو داؤد۔

دارمی۔

بیہقی۔

طبرانی۔

کنز العمال۔

مجمع الزوائد۔

Marfat.com

فتح الباری۔

حفاظت و حجیت حدیث (مولانا محمد محترم فہیم عثمانی)۔

کُتب سیرت:۔

سیرت لابن ہشام۔

سیرت النبیؐ (شبلی نعمانی)

نبی الرحمۃ (ابوالحسن علی ندوی)

نقوش (سیرت نمبر)۔

کُتب فضائل:۔

فضائل ذکر	شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحبؒ
فضائل قرآن	"
فضائل تبلیغ	"
فضائل حج	"
فضائل صدقات	"
حکایاتِ صحابہؓ	"
فضائل علم و العلماء۔	

کُتب آداب:۔

آداب زندگی	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ۔
آداب القرآن	مولانا محمد اجمل خان۔
آداب المساجد	مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔
آداب المعلمین	حضرت مولانا قاری صدیق احمد۔
آداب المتعلمین	حضرت مولانا قاری صدیق احمد۔

Marfat.com

کُتب نظامِ دعوت / تعلیم / تربیت:-

اصول دعوت اسلام	مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ۔
اسلام کا نظامِ دعوت و تبلیغ	علامہ سید سلیمان ندویؒ۔
اسلام کا نظامِ مساجد	مولانا ظفیرالدین۔
اسلام کا نظام تربیت	محمد قطب / مترجم ساجدالرحمٰن صدیقی۔
اسلامی نظامِ تعلیم	سید ابوالاعلیٰ مودودی۔
اقامتِ دین اور اس کا طریق کار	ڈاکٹر محمد طفیل۔
امر بالمعروف و نہی عن المنکر	ڈاکٹر محمد طفیل۔
حقوق معلم و متعلم	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ۔
انسانی حقوق اور تعلیمات بنویؐ	سید ذاکر شاہ۔
نبوی اصولِ تعلیم	حافظ محمد ادریس۔
العلم والعلماء (اردو ترجمہ)	ابن عبدالبر مترجم عبدالرزاق ملیح آبادی۔

سہ ماہی / ماہنامے:-

ماہنامہ "الابقاء" -

ماہنامہ "البیان" -

ماہنامہ "الفاروق" -

ماہنامہ "النصیحہ" -

ماہنامہ "عزمِ نو" (اسلامی نظام تعلیم نمبر)-

ماہنامہ "نقوش" (سیرت النبی نمبر)-

سہ ماہی "فکر و نظر

Marfat.com

حوالہ جات

۱-۲-۳-۴ مفردات القرآن ج ۲ ص ۷۱۱ امام راغب اصفہانی۔ مفردات القرآن ص ۱۹۷۔ مفردات القرآن ج ۱ ص ۳۷۲۔

۵- تفسیر معارف القرآن (محمد شفیعؒ) ص ۳۳۷-۳۳۶ ص ۷۔

۶-۷ تفسیر مظہری (اردو) ص ۵۱۳ ج ۹۔ تجدید تعلیم و تبلیغ ص ۱۳۰۔

۸-۹-۱۰ تفسیر معارف القرآن (مفتی محمد شفیع) ص ۳۳۷-۳۳۸۔

۱۱-۱۲-۱۳- فضائل علم و علماء ص ۱۹۶۔

۱۴- تفسیر مظہری (اردو) ج ۹ ص ۵۱۳۔

۱۵- فضائل علم و علماء ص ۱۹۷۔

۱۶- العلم والعلماء ۶۳۔

۱۷- فکر و نظر۔

۱۸- تفسیر عثمانی۔

۱۹- بخاری و مسلم۔

۲۰- بخاری، ترمذی، نسائی۔

۲۱- ترمذی۔

۲۲- بخاری و مسلم۔

۲۳- رواہ احمد و ترمذی۔

۲۴- ترغیب و ترھیب۔

۲۵- رواہ ابن ماجہ و بیہقی۔

۲۶- رواہ البیہقی

۲۷- رواہ الترمذی وابن ماجہ۔

۲۸- دارمی۔

۲۹- احیاء العلوم۔

۳۰ مشکوۃ عن الدارمی۔

۳۱-۳۲-۳۳- فضائل علم و علماء ص ۲۴-۲۵۔

۳۴- ص ۶۸-۶۹ فضائل ذکر۔

Marfat.com

۳۵- تفسیر عثمانی۔

۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱- العلم والعلماء ص ۸۸-۸۹، ۱۱۲-۱۱۳، ۱۳۷-

۴۲-۴۳- العلم والعلماء ص ۱۴۸، ۱۵۳-

۴۴-۴۵- فضائل علم و علماء ص ۵۸، ۵۹-

۴۶-۴۷- العلم والعلماء ص ۱۴۸-۱۴۹-

۴۸-۴۹- فضائل علم و علماء ص ۱۶، ۱۷، ۱۸-

۵۰- ماہنامہ "الابقار"۔

۵۱- تفسیر ابن کثیر ج ۱-

۵۲- تفسیر عزیزی۔

۵۳- معارف القرآن ج ۳، ص ۲۳۷-

۵۴- فضائل حج ص ۱۰۵-

۵۵- آداب المساجد ص ۱۲-

۵۶-۵۷-۵۸- اسلام کا نظام مساجد ص ۲۲- ص ۳۴-۳۵

۵۹- معارف القرآن ج ۶، ص ۴۲۹-

۶۰-۶۱-۶۲- اسلام کا نظام مساجد ۱۰۶، ۵۳-

۶۳-۶۴-۶۵-۶۶- آداب المساجد ص ۵- ص ۱۹، ۲۰-

۶۷- بخاری و مسلم۔

۶۸- اسلام کا نظام مساجد ص ۱۷۶-

۶۹- آداب المساجد ص ۲۶ مسلم۔

۷۰-۷۱-۷۲- اسلام کا نظام مساجد ص ۱۷۷- ص ۱۷۹، ۱۸۱-

۷۳- بخاری۔

۷۴- فتح الباری۔

۷۵-۷۶- اسلام کا نظام مساجد ص ۱۸۵-

۷۷- مسلم۔

۷۸-۷۹-۸۰-۸۱- آداب المساجد۔

۸۲- فکر و نظر جنوری-مارچ ۱۹۸۹ء۔

۸۳- نقوش ج ۴، ص ۱۴۱-

۸۴- سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۳۷۷ و نقوش ص ۱۴۱-

Marfat.com

۸۵- سیرۃ النبویہ (ابن ہشام) ج ۱، ص ۵۴۸۔

۸۶- سیرۃ النبی ج ۲۔

۸۷- نقوش ص ۱۴۳۔

۸۸- معارف القرآن ج ۱، ۳۳۳۔

۸۹-۹۰-۹۱-۹۲- فضائل قرآن ص ۲۷، ۳۹، ۲۹

۹۳- کفایتہ المفتی ج ۲، ص ۱۴۔

۹۴- تفسیر قرطبی۔

۹۵- الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱، ص ۴۸۔

۹۶-۹۷-۹۸- تفسیر قرطبی۔

۹۹- روح المعانی۔

۱۰۰- الاتقان۔

۱۰۱- قرطبی۔

۱۰۲- معارف القرآن۔

۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵- آداب القرآن۔

۱۰۶- ابو داؤد۔

۱۰۷-۱۰۸- آداب القرآن۔

۱۰۹- اتقان۔

۱۱۰- آداب القرآن۔

۱۱۱- اتقان۔

۱۱۲- آداب القرآن۔

۱۱۳- معارف القرآن۔

۱۱۴- نبوی اصول تعلیم ص ۲۷۔

۱۱۵- مفردات القرآن ج ۱، ص ۲۵۵۔

۱۱۶- معارف القرآن ج ۱، ص ۳۳۵۔

۱۱۷- مفردات القرآن ج ۱، ص ۲۵۵۔

۱۱۸-۱۱۹- کنز العمال۔

۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳- العلم والعلماء ص ۶۲۔

۱۲۴- اصول دعوت اسلام ص ۶۶۔

Marfat.com

۱۲۵- ماہنامہ "الابقار" جنوری ۱۹۸۱ء۔
۱۲۶- مجمع الزوائد ج ۱۔
۱۲۷- تجرید بخاری بحوالہ فکر و نظر جنوری۔مارچ ۱۹۸۹ء۔
۱۲۸- انسان کامل۔
۱۲۹- رواہ البخاری۔
۱۳۰- رواہ البیہقی۔
۱۳۱- ترمذی و ابن ماجہ بحوالہ فضائل قرآن ص ۳۲۔
۱۳۲- رسول خدا کا طریق تربیت۔
۱۳۳-۱۳۴- مسند احمد۔
۱۳۵- مشکوۃ۔
۱۳۶- نبوی اصول تعلیم ص ۹۹۔
۱۳۷- بخاری۔
۱۳۸-۱۳۹- بخاری و مسلم۔
۱۴۰- رسول خدا کا طریق تربیت۔
۱۴۱- پیغمبر اخلاق۔
۱۴۲- طبرانی مسند احمد۔
۱۴۳- بخاری و مسلم۔
۱۴۴- صحیح مسلم۔
۱۴۵- بخاری۔
۱۴۶- بخاری و مسلم۔
۱۴۷- راوہ ابو داؤد ابن ماجہ۔
۱۴۸- آداب المعلمین ص ۱۸۔
۱۴۹- بخاری و مسلم۔
۱۵۰- آداب المعلمین ص ۱۵۔
۱۵۱- ابو داؤد۔
۱۵۲- آداب المعلمین۔
۱۵۳- حقوق المعلم والمتعلم ص ۳۱۔
۱۵۴- تعلیم المتعلم طریق التعلم۔

Marfat.com

۱۵۵-۱۵۶- ابو داؤد۔

۱۵۷- ترمذی۔

۱۵۸ العلم والعلماء۔

۱۵۹ صحیح مسلم۔

۱۶۰ فضائل تبلیغ۔

۱۶۱- ترغیب و ترہیب۔

۱۶۲- ابو داؤد۔

۱۶۳- حکایات صحابہؓ۔

۱۶۴- تعلیم المتعلم طریق التعلیم۔

۱۶۵- حقوق العلم والمتعلم ص ۱۳۔

۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹- حکایات صحابہؓ ص ۱۱۳-۱۱۲۔

۱۷۰- ابو داؤد۔

۱۷۱- بخاری۔

۱۷۲-۱۷۳- فضائل قرآن ص ۳۶۔

۱۷۴-۱۷۵- آداب المتعلمین ص ۱۹۔

۱۷۶-۱۷۷- تعلیم المتعلم طریق التعلم۔

۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲- تعلیم المتعلم طریق التعلم ص ۲۷،۴۸،۵۱،۶۵،۷۲۔

۱۸۳- آداب المتعلمین ص ۷۳۔

۱۸۴- تعلیم المتعلم ص ۷۱۔

۱۸۵- فضائل صدقات (حصہ دوم)۔

۱۸۶-۱۸۷- حفاظت و محبت حدیث۔

۱۸۸- ابو داؤد (کتاب العلم)۔

۱۸۹- تعلیم المتعلم طریق التعلم ص ۲۹-۳۱۔

Marfat.com

PARD/RES/156

تعلیم و تربیت

قرآن و حدیث کی روشنی میں

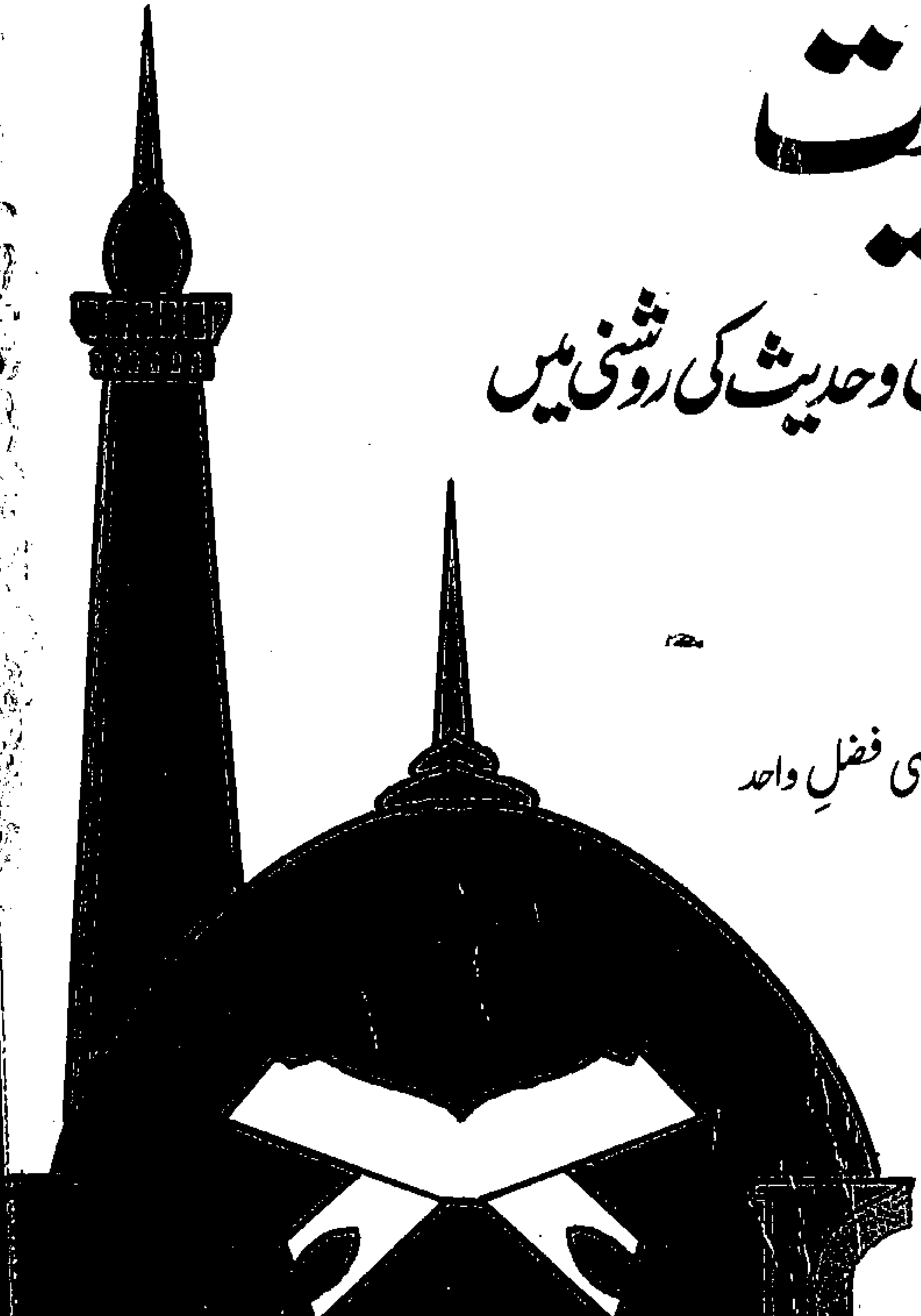

قاضی فضلِ واحد

پاکستان اکیڈمی برائے دیہی ترقی پشاور

Marfat.com